



آخری اڑان (ناول)

رائٹر: اے آر سیفی

BH
DESIGNER

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ---

-----"اَلْسَلَامُ عَلَیْكُمْ اَحِبَاب-----"

----"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید----

ناولز کی دنیا "ویب سائٹ / گروپ / پیج" دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں--

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیے ہریج کے نیچے

["novels ki duniya "](#)

اور

["website"](#)

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ-----

آخری اڑان

از قلم: اے آر سیفی

مے ڈے، مے ڈے، مے ڈے۔۔۔۔۔ یہ فلائٹ نمبر 0906 ہے۔ میں کیپٹن حماد بول رہا ہوں، ہمارا جہاز نیچے گر رہا ہے ہمیں فوری مدد کی ضرورت ہے۔

ہیلو! دز، از کنٹرول روم انچارج خاور۔۔۔۔۔ کیپٹن حماد ہمیں بتائیے آپ کے جہاز کے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے۔

ہمارے جہاز کے ایک ونگ میں مسئلہ آیا ہے اور ایک انجن نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ حالات تیزی سے بگڑتے جا رہے ہیں۔ کیپٹن حماد نے جہاز میں لگے ریڈیو کے ذریعے کنٹرول روم کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

فلائٹ 0906 آپ اس وقت کتنی بلندی پر پرواز کر رہے ہیں۔؟

ہم اس وقت 10 ہزار فٹ کی بلندی پر محو پرواز ہیں۔۔۔ کیپٹن حماد نے جواب دیا۔

اوکے فلائٹ 0906 آپ ہماری طرف اگلی ہدایات کا انتظار کیجئے۔ کنٹرول روم کی طرف سے جواب سنائی دیا۔

اوکے کنٹرول روم ہم جہاز کو سنبھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ہمیں ہر صورت فوری طور پر مدد کی ضرورت ہے۔ میں دہراتا ہوں، ہمیں فوری مدد کی ضرورت ہے۔ کیپٹن حماد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا کنٹرول روم سے رابطہ ختم ہو گیا۔

کیا کہا انہوں نے۔۔۔؟ کاک پٹ میں دوسری سیٹ پر بیٹھے ہوئے کوپاٹلٹ نے کیپٹن حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کہہ رہے ہیں ہماری طرف سے اگلی ہدایات کا انتظار کریں۔ لیکن مجھے ان کی طرف کچھ خاص امید نہیں ہے۔ جو بھی کرنا ہوگا ہمیں ہی کرنا ہوگا۔

کیپٹن حماد نے شیشے کے پار خلا کو دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

یہ کیا ہم ریڈار سے گم ہو چکے ہیں۔ اچانک کوپاٹلٹ نے سامنے لگی مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی سکرین میں سے ایک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حماد نے اس کی بات سنتے ہوئے خاموشی سے اس سکرین کی طرف دیکھا، اور پھر چہرے سے بغیر کسی تاثر کا اظہار کئے دوبارہ سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔ البتہ جہاز کے کنٹرول سٹیرنگ پر اس کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی تھی اور پیشانی پر پسینے کے ننھے قطروں کے ساتھ ہلکی سی شکنیں بھی ابھر آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیٹا بات سنو! کیپٹن حماد اپنی فلائٹ اڑانے کیلئے گھر سے نکلنے ہی والا تھا کہ اس امی نے آواز دے کر اسے بلا لیا۔

جی امی جان! فرمائیں۔۔۔ حماد نے ہمیشہ کی طرح چہرے پر مسکراہٹ سجائے جواب دیا۔

بیٹا تم نے تو جہازوں سے ہی عشق کر لیا ہے۔ جب دیکھو فلائٹس اور پروازیں۔۔۔۔۔ بس اب میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہارے لئے چاند سی دلہن لا کر تمہارا گھر بساؤں گی۔۔۔۔۔ حماد کی امی نے جواب دیا۔

ارے امی اتنی بھی کیا جلدی ہے ابھی تو میں بہت چھوٹا ہوں۔۔۔ حماد نے لاڈ سے امی کے گرد اپنی بانہیں پھیلا کر ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں! ابھی تو تم فیڈر پیتے ہو۔ شیطان کہیں کہ شادی کی یہی عمر ہوتی ہے اور اس عمر شادی ہو جانی چاہئے۔

لیکن امی۔۔۔۔

بس اب میں کچھ نہیں سنوں گی۔ میں نے ایک جگہ تمہارے رشتے کی بات کر لی ہے۔ لڑکی ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے۔ پڑھی لکھی اور حسین بھی۔ وہ لوگ پرسوں تمہیں دیکھنے آرہے ہیں۔ اپنی ایئر لائن سے چھٹی لے لینا۔

ٹھیک ہے جناب عالی، مقام عالی، والدہ گرامی آج کالائٹ آپریشن مکمل کر کے چھٹی لے لوں گا ایئر لائن سے، اور کچھ حکم۔۔۔ حماد نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تابعداری سے کہا تو اس کی امی نے اس کے گال پر پیار سے ایک چپت لگائی۔

اچھا اب مجھے اجازت دیجئے فلائٹ کیلئے دیر ہو رہی ہے۔ حماد نے کہا۔

"ٹھیک ہے میرے بچے۔۔۔ ہمیشہ جیتے رہو۔۔۔ خدا حافظ۔"

خدا حافظ امی جان۔۔۔ حماد نے الوداعی کلمات کہے اور فلائٹ آپریشن کیلئے روانہ ہو گیا۔ یہ ایک دور دراز ملک کی طویل فلائٹ تھی جو کہ بیس گھنٹوں پر مشتمل تھی۔ لیکن حماد ایسی کئی فلائٹس کا تجربہ تھا۔ اور وہ اس سفر کیلئے بھی ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح تیار تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فلائٹ نمبر 0906 نے مسافروں کی بورڈنگ کا عمل مکمل ہو جانے کے بعد رن وے پر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس فلائٹ میں عملے سمیت 140 افراد سوار تھے۔ اس فلائٹ کی منزل سوئٹزر لینڈ تھی۔ اور کئی ایسے نوبیا ہتاجوڑے بھی فلائٹ پر سوار تھے۔ جو ملک کے امیر ترین خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور شادی کے بعد ہنی مون منانے کی غرض سے جارہے تھے۔ ان میں مشہور ایکٹریس بھی تھی جس نے ملک کے ایک معروف بزنس مین کے بیٹے سے شادی کی تھی۔

سفر کا آغاز معمول کے مطابق اور خوشگوار انداز میں ہوا تھا۔ جہاز نے ٹیک آف کر لیا تھا اور اب وہ خلا میں محو پرواز تھا۔ نوبیا ہتاجوڑے اپنی زندگی کے اس نئے سفر کو خوب انجوائے کر رہے تھے اور اسے یاد گار بنانے کیلئے تصویریں بھی لے رہے تھے جنہیں آج کل سیلفیاں کہا جاتا ہے۔

ایئر ہو سٹس بھی اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ میدان میں آگئیں تھی اور مسافروں کو مشروبات اور کافی سرو کرنا شروع کر دیئے تھے۔

نوشین اور فہد بھی ایسے ہی نوبیا ہتا جوڑوں میں سے ایک تھے۔ ان کی محبت کی شادی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ قبل ہی ان کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور اب وہ ہنی مون منانے کیلئے یورپی ممالک کا رخ کر رہے تھے۔ جن میں سے سب سے پہلی منزل سوئٹزر لینڈ تھی۔

فہد۔۔۔ کیا یہ سب سچ ہے۔ کہیں میں کوئی سپنا تو نہیں دیکھ رہی۔ نوشین نے فہد لے کندھوں سے سر ٹکاتے ہوئے کہا۔
وہ دونوں اس وقت جہاز کی بزنس کلاس میں سفر کر رہے تھے۔

یہ سپنا نہیں حقیقت ہے۔ محترمہ اہلیہ جی، یقین نہیں آتا تو چٹکی کاٹ کر دیکھو خود کو۔۔۔ فہد نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

اور نوشین نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لی۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھ رہی تھی۔ جسے سب کچھ حاصل ہو گیا تھا۔

"لیکن وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھی کہ راوی ہمیشہ چین ہی چین نہیں لکھا کرتا زندگی میں۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہیلو سر! کیسے ہیں آپ۔۔۔ کاک پٹ میں داخل ہوتے ہوئے ایئر ہو سٹس ناہید نے کیپٹن حماد سے خیریت دریافت کی۔

میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ کیسی ہو۔ اور جہاز کے اندر کی کیا صورت حال ہے آج۔۔۔۔۔ کیپٹن حماد نے خوشگوار موڈ میں پوچھا۔

الحمد للہ میں بالکل ٹھیک سر! اور فلائٹ کی صورت حال بھی بہت خوشگوار ہے۔ آج تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی عید کا سماں ہو۔ کافی سارے خوش و خرم جوڑے، مسکراتے چہرے بس کیا بتاؤں سر۔۔۔۔۔

ارے یہ تو اچھی بات ہے۔ اس بار دوسری پائلٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے کوپائلٹ نے کہا۔

سر میں آپ لوگوں کیلئے کافی یا چائے لے آؤں؟

جی ہاں! میرے لئے ایک چائے لادو پلیز۔ کیپٹن حماد نے کاک پیٹ میں مختلف قسم کی سکریں میں سے ایک سکریں پر بٹن دباتے ہوئے کہا۔

اور میرے لئے ایک کافی پلیز۔۔۔ کوپائلٹ نے بھی خوشگوار لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے سر ابھی لائی۔ ایئر ہوسٹس ناہید نے کہا اور مسکراتی ہوئی کاک پیٹ سے نکل گئی۔

کچھ ہی دیر بعد کیپٹن حماد چائے کی چسکی لیتے ہوئے جہاز کی ونڈ سکریں کے باہر دیکھ رہا تھا۔ ایک مخصوص فاصلہ طے کر کے اس نے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کیا اور اس سے ڈائریکشن طلب کی۔ کنٹرول ٹاور نے اسے بتایا کہ اس اب شمال کی سمت اس سپیڈ اور اس اونچائی سے جانا ہے۔ جواب میں کیپٹن حماد نے کنٹرول ٹاور کا شکریہ ادا کیا اور جہاز کو مطلوبہ ڈائریکشن پر سیٹ کرنے لگا اور ساتھ ہی کوپائلٹ کو بھی مختلف ہدایات جاری کرنے لگا۔ کوپائلٹ بھی تندہی اور بڑی مستعدی سے اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اب انہیں اڑان بھرے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے اور جہاز اس وقت ایک سرد ترین برفانی علاقے کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ جہاز نے اس رینج میں آدھے گھنٹے کا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ اچانک جہاز کو ایک جھٹکا لگا اور ساتھ ہی سامنے لگی سکریں میں ایک سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور جہاز کا سسٹم مسلسل وارننگ جاری کرنے لگا۔ اس اچانک صورتحال نے ناصر ف کیپٹن حماد اور کوپائلٹ کو چونکا دیا تھا بلکہ مسافروں میں بھی شدید بے چینی اور پریشانی پھیل گئی تھی۔ اور مختلف قسم کی چہ مہ گوئیاں کرنے لگے تھے۔ جہاز مسلسل ہل رہا تھا۔ اوہ شٹ! ایک انجن نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کوپائلٹ نے کہا۔ ہاں میں بھی یہ دیکھ ہی رہا ہوں۔ یہ سب اچانک کیسے ہو گیا سمجھ نہیں آرہا۔

اندر جہاز کے مسافروں نے اب شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ وہ سب جاننے کیلئے بے چین تھے کہ آخر چل کیا رہا ہے۔ اور یہ آوازیں اتنی بلند ہوئی کہ اب کاک پیٹ تک بھی پہنچنا شروع ہو گئی تھی۔

ایئر ہو سٹس ناہید سب کو پرسکون رہنے کی تاکید کر رہی تھی۔ ہیلومس یہ کیسی سروس ہے آپ لوگوں کی، میں نے کیا اس لئے آپ لوگوں کی ایئر لائن کا اتنا مزہنگا ٹکٹ لیا تھا۔ میں تم لوگوں کو عدالت میں گھسیٹوں گا۔ تم لوگوں کو اس کا جواب دینا ہو گا۔ ایک موٹا سا گینڈا نما شخص ناہید سے جھگڑ رہا تھا۔ ایک ایک سیاستدان کی فیملی سے تھا۔

خاموش! اچانک کیپٹن حماد کا کپٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سب خاموش ہو کر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ جائے۔ حادثات پر کسی کا بھ بس نہیں ہوتا۔ ہم معاملات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔ اب پرسکون ہو کر بیٹھ جائے سب۔۔۔ حماد نے بلند آواز میں کہا۔ اس کی آواز میں نجانے کیسا رعب تھا کہ سب چپ چاپ اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔

آپ بھی اپنی سیٹ پر چپ کر کے بیٹھ جائے۔ موٹا گینڈا نما شخص جو کہ کچھ دیر پہلے ناہید کو کورٹ میں گھسیٹنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ حماد کے کہنے پر بغیر کوئی آواز نکالے اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

دیکھئے اس ہم ہزاروں فٹ کی بلندی پر ہوا میں ہیں۔ جہاز کا ایک انجن ناکارہ ہو چکا ہے۔ اس صورتحال میں آپ لوگوں کے تعاون سے ہی ہم سب اس مصیبت سے نکل سکتے ہیں۔ اور اگر آپ لوگ اس قسم کے برتاؤ کا مظاہرہ کریں گے تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔ حماد نے کہا۔ اور پھر ناہید کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔ دھیان رکھو۔ ناہید نے حماد کے آنے سے سکھ کا سانس لیا تھا اور اثبات میں سر ہلادیا۔

کیپٹن حماد دوبارہ کاک پٹ کے دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر جہاز کے ایک پر کی طرف پڑی، تشویش سے اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئی۔

کاک پٹ میں واپس جاتے وقت جیسے ہی حماد کی نظر جہاز کے دائیں پر، پر پڑی۔ اس کے چہرے پر تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کر لیے تھے۔ دراصل جہاز کے اس پر کے سرے پر ہلکی سی آگ کی چنگاریاں اسے دکھائی دے گئی تھیں۔ اس نے اتنی جلدی خود پر پایا تھا کہ جہاز میں موجود کوئی بھی مسافر اس کے چہرے کے تیزی سے بدلتے تاثرات

سر کنٹرول روم سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ معاون پائلٹ نے قدرے مایوسی سے کہا۔

رات کی گھنٹی اور سردرات میں دور دور تک تاحد نگاہ برف ہی برف پھیلی ہوئی تھی۔ اونچے نیچے پہاڑی برفانی ٹیلے تھے۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ کہیں کہیں کوئی درخت بھی دکھائی دے جاتا تھا۔ یہاں کی فضا میں چند روشنی چمکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ جو مسلسل آگے تو بڑھ رہی تھیں لیکن ان کی بلندی میں کمی واقع ہوتی جا رہی تھی۔ اور یہ چمکتی روشنیاں کسی اور چیز کی نہیں تھیں بلکہ یہ فلائٹ 0906 تھی جو اس وقت اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی تھی۔ جہاز میں سوار 140 افراد کی زندگیاں داؤ پر لگی تھیں۔ ان میں سے دوزندگیاں نوشین اور فہد انجانے خوف اور وسوسوں میں مبتلا اپنی محبت کی باتوں کو یاد کر رہے تھے۔ نوشین خوف کے مارے رو رہی تھی اور فہد اسے مسلسل تسلیاں اور دلا سے دے رہا تھا۔

[illegible]

کرنے جارہا تھا۔ لیکن اب ایسا لگ رہا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات گن رہے تھے۔ یہ صرف نو شین اور فہد ہی نہیں بلکہ جہاز میں موجود کئی نوبیا ہتا جوڑوں کی بھی صورتحال تھی۔ اور اس صورتحال کا فلائٹ 0906 کی پائلٹ سیٹ پر بیٹھے کیپٹن حماد کو بخوبی ادراک تھا۔

فیول کے بارے میں معلومات دینے والے میٹر کی سوئی تیزی سے نیچے آرہی تھی۔ جس کا سیدھا مطلب یہ تھا کہ ان کے پاس پرواز جاری رکھنے کیلئے اب بہت ہی کم ایندھن باقی رہ گیا تھا۔ اور دور دور تک ایئرپورٹ نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی جس پر وہ جہاز کو لینڈنگ کرا سکتے۔

حماد نے ایک نظر معاون پائلٹ کے چہرے پر ڈالی۔

بیوی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ حماد نے کہا جیسے اس نے ساجد کا دماغ پڑھ لیا ہو۔

جج جی سر۔۔۔۔۔ ساجد نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

میرا بیٹے کی ولادت قریب ہے سر۔۔۔۔۔ میں نے تو اس کا نام بھی سوچ لیا تھا۔ ساجد کے لہجے میں ہلکا سا کرب تھا۔

سوچ لیا تھا سے کیا مطلب۔ اب سوچنا کینسل کر دیا ہے کیا۔ حماد ہلکا سا مسکرایا۔

ظاہر ہے سر۔ ان حالات میں مجھے نہیں لگتا کہ میں اپنے بیٹے کو دیکھ پاؤں گا۔ ساجد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی جہاز کو ایک جھٹکا لگا۔ جہاز کا سسٹم خطرے کا ریڈ سگنل دینے لگا۔ جہاز کے دوسرے انجن میں بھی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ جہاز کا الارمنگ سسٹم مسلسل جل بجھ رہا تھا۔ حماد نے فوراً جہاز میں لگے سپیکرز کا مائک منہ کے قریب کیا۔ تمام لوگ میری بات غور سے سنیں۔ اپنے سیٹ بیلٹ سختی سے باندھ

خاص انداز سے مخصوص اینگل پر موڑا کہ جو صرف حماد ہی کا خاصہ ہو سکتا تھا۔ اسے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ لیکن جہاز میں موجود 140 زندگیاں اور ان سے جڑے سیکڑوں خاندان اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ حماد کے اس داؤ سے یہ ہوا کہ جہاز جو تیزی سے منہ کے بل زمین پر آ رہا تھا۔ وہ حماد کی اس مخصوص تکنیک کی بدولت اچانک ہوا میں لہرا کر سیدھا ہو گیا۔ حماد کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ ایسی صورتحال میں جہاں موت کو اپنی آنکھوں کے بالکل سامنے دیکھتے ہوئے اچھے اچھوں کے حواس باختہ ہو جاتے تھے۔ وہاں حماد انتہائی بے جگری کے ساتھ لوگوں کی زندگیاں بچانے کیلئے بے مثال جدوجہد کر رہا تھا۔ اتنی کم بلندی پر آکر جہاز کا اچانک اس طرح سے سیدھا ہونا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ لیکن معجزے بھی وہیں رونما ہوا کرتے ہیں۔ جہاں اپنی بسات سے بڑھ کر بے لوث جدوجہد ہوا کرتی ہے۔ اور شاید حماد کی اس جدوجہد کو دیکھتے ہوئے قدرت کو رحم آ گیا تھا۔ اگرچہ جہاز اب بھی پوری طرح سیدھا نہ ہو تھا لیکن چٹانوں سے حوصلوں کا حامل کیپٹن حماد اپنا کام کر چکا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکہ سا ہوا۔ اور جہاز برف کے ایک کھوکھلے اونچے سے ٹیلے میں اندر تک گھستا چلا گیا۔ یہ ایک عجیب و غریب برفانی علاقہ تھا اور یہاں برف کے ٹھیک ویسے ہی ٹیلے تھے جیسے صحرائیں ریت کے ٹیلے ہوتے ہیں۔ اگر اسے برف کا صحرا کہا جائے تو غلط نہ ہوتا۔ لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں ریت کی جگہ برف ہی برف تھی۔ جہاز کا برف کے ٹیلے سے ٹکرانے والا جھٹکا انتہائی شدید ترین تھا۔ جہاز کئی جگہ سے ٹوٹ بھی گیا تھا۔ اور جہاز میں موجود سب لوگ اس شدید ٹکر کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو چکے تھے۔ کئی لوگ زخمی ہوئے تھے۔ لیکن سب سے مخدوش حالت پائلٹ کیبن کی تھی۔ چونکہ ٹیلے سے ٹکر سامنے کی طرف سے ہوئی تھی اسی لیے نقصان بھی سب سے زیادہ اسی حصے کو ہی پہنچا تھا۔ لیکن اچھی بات یہ تھی کہ جہاز میں فیول کے نام پر ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ نیچے گرتے وقت حماد نے انتہائی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاز کا بچا کچھ فیول بھی ہوا میں ہی خالی کر دیا۔ جس سے یہ ہوا کہ جہاز کے نیچے گرنے کے بعد اس میں آگ نہ لگی اور دھماکے سے بھی محفوظ رہا تھا ورنہ اب تک کسی کا ایک چیٹھرا بھی اس کے بدن پر موجود نہ ہوتا۔ صورتحال اب یہ تھی کہ فلائٹ 0906 جو کہ کچھ گھنٹوں قبل تک ایک شان سے فضا میں پر پھیلائے اڑ رہی تھی۔ اب وہ تاحد نگاہ تک پھیلے ہوئے طویل برفانی میدان میں نیچے پڑی تھی۔ جہاز کا آدھا حصہ برفانی ٹیلے کی برف میں دھنسا ہوا تھا۔ گھپ اندھیری رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ چاروں طرف موت کی سی خاموشی تھی اور نجانے یہ خاموشی کب تک جاری رہنی تھی۔

سوطرح کے خدشات تھے جو ذہن میں منڈلانے لگے تھے۔ اس نے سیلٹ بیلٹ کھولی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھی تو اس کی نظر مسافروں پر پڑی۔ کوئی درد سے کراہ رہا تھا تو کوئی بیہوش پڑا تھا۔ وہ سب پر نظر ڈالتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ کاک پٹ کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اور دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن دروازہ تھا کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ شاید کسی وجہ سے جام ہو گیا تھا۔ لیکن وہ مسلسل زور آزمائی کرتی رہی۔ اور آخر کار وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو ہی گئی۔ اندر کا منظر بہت عجیب اور تباہ حال تھا۔ ہر چیز الٹ پلٹ ہو گئی تھی۔ جہاز کا اگلانوک والا حصہ کسی حد

[illegible]

آں ہاں یہ لو آخر مل ہی گیا بڑی کوشش کے بعد۔۔۔۔۔ جمشید نے بیگم کی طرف منہ کر کے خوشگوار لہجے میں کہا۔ لیکن۔۔۔۔۔

اسی لمحے نیوز کاسٹر نے جو خبر سنائی وہ جمشید میاں اور ان کی بیگم دونوں کیلے بالکل بھی خوشگوار نہی تھی۔ دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پوری توجہ اور قدرے تشویش کے ساتھ ٹی وی کی طرف دیکھنے لگے۔ خبروں میں بتایا جا رہا تھا کہ گزشتہ اسلام آباد سے سوئٹزرلینڈ کیلے جانے والی پرواز 0906 ریڈار سے غائب ہو گئی ہے۔ اور اس کا کنٹرول روم سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔

اسی دوران کنٹرول روم کے انچارج خاور کولائن پر لے لیا گیا جن کی فلائٹ 0906 سے آخری بار بات ہوئی تھی۔

جی تو خاور صاحب ہمارے ناظرین کو بتائیے کہ آپ کی فلائٹ 0906 سے آخری بار کب اور کیا بات ہوئی تھی۔

جی کیپٹن حماد نے مے ڈے کال تھی۔ اور انہوں نے بتایا تھا کہ جہاز کے ونگ میں پر اہلم ہے اور ایک انجن نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ آخری بات چیت تھی جو ہماری فلائٹ 0906 سے ہوئی تھی اور اس کے بعد ہمارا ان سے رابطہ منقطع ہو گیا اور باوجود کوشش کے دوبارہ رابطہ ناہوسکا۔ جی

بہت شکریہ خاور صاحب ہمیں جو اُن کیلئے اور ناظرین کو صورت حال سے آگاہ کرنے کیلئے۔

حماد نے ناہید کی طرف دیکھا جو بڑی مہارت اور تندہی کے ساتھ کسی پروفیشنل نرس کی طرح اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔
حماد خاموشی سے جہاز کی دم کی سمت بڑھ گیا۔

اس نے جہاز کا بیرونی دروازہ کھولا۔ وہ باہر کی صورت حال کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ اس وقت کس قسم کی صورت حال میں موجود ہیں۔

جیسے ہی حماد نے دروازہ کھولا نہایت سرد ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ اس کے پیشانی کے زخم میں سرسراہٹ سی دوڑ گئی " اور وہ ہلکا سا چکر اگیا۔

لیکن اس کے تربیت یافتہ ذہن نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے دور دور تک تاحد نگاہ برف ہی برف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ اس وقت وہ کس علاقے میں موجود ہیں۔ لیکن ظاہر ہے اس کا جواب اس کے پاس کیسے ہو سکتا تھا۔ اس نے جھانک کر نیچے کی طرف دیکھا۔ جہاز کے پیچھے پوری طرح برف میں دھنس چکے تھے۔ اور جہاز کی باڈی برف کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ جبکہ جہاز کی اگلی طرف کی باڈی مکمل طور پر برفیلے ٹیلے میں دھنسی ہوئی ہوئی تھی۔

حماد نے دروازہ بند کر دیا۔ کیونکہ باہر سے آنی والی سردی سے جہاز کے اندر کی درجہ حرارت بھی نیچے گر رہی تھی۔

حماد واپس آیا تو تقریباً تمام ہی لوگ اپنے ہوش و حواس میں آچکے تھے۔ اکثریت کو بہت ہی معمولی قسم کی چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن جہاز ٹکرانے کی وجہ سے موت کے خوف و دہشت نے ہی انہیں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔

تقریباً 2-3 گھنٹے تک وہ سب ہی شاک ہی کیفیت سے باہر آچکے تھے۔ ساجد کی کنڈیشن بھی اب بہتر تھی۔

آفیسر کیا تم بتاؤ گے کہ یہ تم نے ہمیں کہاں لا پھینکا ہے۔ میں تو اپنی نئی نویلی بیوی کے ساتھ یورپ کی سیر کیلے نکلا تھا۔ اور تم نے ہمیں " پتا نہیں کہاں لا پھینکا ہے۔ میں تمہاری ایئر لائن کو کورٹ میں گھسیٹوں گا۔

بولنے والا وہی گینڈا نما شخص تھا جو برسر اقتدار پارٹی میں موجود بااثر سیاسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا

اس کی بات پر حماد ایسے انداز میں مسکرایا جیسے کوئی ساڑھے چھ فٹ کا پہلوان کسی دبلے پتلے شخص کی بچکانہ گیدڑ بھبکی پر مسکراتا ہے۔ اور پھر اس نے گینڈے نما شخص کی "نئی نویلی" دلہن کی طرف دیکھا۔ جو اس سے آدھے سے بھی زیادہ کم عمر کی دکھائی دیتی تھی اور "اس کی بیٹی لگتی تھی۔"

حماد نے رخ موڑ کر اس شخص کی طرف دیکھا اور انتہائی خشک اور سرد لہجے میں پوچھا۔

آپ کا نام کیا ہے۔۔۔؟

ماحول میں اچانک تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ ناہید اور ساجد کے ساتھ ساتھ باقی لوگ بھی حماد کی طرف دیکھ رہے تھے اور حماد کے چہرے کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس شخص کے چہرے پر کراہتا ہوا تھپڑ رسید کر دے گا۔

"سیٹھ جمال چھاڑی والا"

اس شخص نے قدرے فخریہ اور اونچے لہجے میں کہا۔ اس نے لفظ "سیٹھ" پر کافی زور دیا تھا۔

دیکھیے سیٹھ چھاڑی والا، ایسا ہے کہ ہماری ایرلائن انسانوں کو ٹکٹ فروخت کرتی ہے۔ گینڈوں کو نہیں۔ اس لیے شرافت سے بیٹھے رہیں ورنہ جہاز حادثے کے "شہیدوں" میں سیٹھ چھاڑی والا کا نام درج ہو جائے گا۔" حماد نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

اس نے یہ جملہ اس انداز میں کہا تھا کہ جہاز میں موجود لوگوں کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ سیٹھ کے ساتھ موجود اس کی نئی نویلی دلہن بھی ہاتھوں میں منہ چھپا کر ہنس دی تھی جبکہ سیٹھ چھاڑی والا جھینپتے ہوئے بغلیں جھانکنے لگا تھا۔

حماد کی امی کی طبیعت اب کچھ سنبھل چکی تھی۔ ڈاکٹر نے انجیکشن لگایا تھا اور کچھ میڈیسن لکھ کر دی تھیں۔ جنہیں لینے کے بعد اب ان کی طبیعت کافی بہتر تھی۔

ڈاکٹر جاتے وقت جمشید میاں کے ذہن میں یہ بات ڈال گیا تھا کہ کوئی بھی جذباتی صدمے والی خبر ان کی اہلیہ کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس چیز سے انہیں جتنا ہو سکے بچایا جائے۔ ڈاکٹر کی اس ہدایت پر جمشید میاں سر ہلا کر رہ گئے۔

ڈاکٹر تو کہہ کر چلا گیا تھا لیکن۔۔۔۔۔ صورتحال کو سنبھالنا جمشید کیلئے کافی کٹھن ہو گیا تھا۔ کیونکہ ابھی تو ان کی اہلیہ خواب آور دواؤں کے زیر اثر تھی لیکن جیسے ہی نیند سے اٹھتی انہوں نے فوراً حماد کے بارے میں پوچھنا تھا جس کا جمشید میاں کے پاس کوئی خوشگوار جواب موجود نہیں تھا۔ بس یہی سوچتے سوچتے وہ برآمدے میں تیزی سے ٹہلتے رہے۔ ایک توجوان جہاں بیٹے کی فکر تو دوسری طرف شریک حیات کی کنڈیشن نے انہیں شدید پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

لیکن مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ حماد جیسے توجوان کی تربیت ان ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ پھر وہ اچانک ٹہلتے ٹہلتے رک گئے۔ " جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے چہرے پر اطمینان کے کچھ تاثرات ابھر آئے تھے۔ اور اب وہ اپنی اہلیہ کے پاس جا رہے تھے۔

دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ جہاز کے کچن میں چند دن کا کھانا موجود تھا۔ اور تھوڑا سا راشن بھی موجود تھا۔ جس سے مزید کچھ دن گزارے جاسکتے تھے۔ لیکن اس سے آگے کیا ہو گا؟ اس پر ایک گہرا اور واضح سوالیہ نشان موجود تھا۔ اور اس بات کا سب سے زیادہ ادراک کیپٹن حماد کو ہی تھا۔ وہ ایئر ہو سٹس نادیا سے کچن کی تمام معلومات لے چکا تھا۔

دن کا کھانا کچھ کمی کے ساتھ لوگوں کو دیا جا چکا تھا تا کہ ذخیرہ زیادہ سے زیادہ دن چل سکے۔ کم کھانا ملنے پر کچھ لوگوں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جلد ہی ان کی یہ کوشش دم توڑ گئی۔ جہاز میں موجود زیادہ تر لوگ باشعور اور پڑھے لکھے لوگ تھے، جو حالات کو سمجھ رہے تھے اور اسٹاف کے ساتھ بھرپور تعاون کیلئے تیار تھے۔

کاک پیٹ اس وقت اسٹاف روم میں تبدیل ہو چکا تھا جہاں کیپٹن حماد، معاون پائلٹ ساجد اور ایئر ہو سٹس ناہید کی مشاورت ہوتی تھی۔

اس وقت حماد جہاز میں موجود ریڈیو کو ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ کسی نا کسی طرح باہر کی دنیا تک اپنا پیغام پہنچایا جاسکے اور مدد طلب کی جاسکے۔ اور یہ انہیں جلد سے جلد کرنا تھا ورنہ وہ لوگ بھوک سے مر جاتے۔ ظاہر ان کے پاس کھانے کا سامان محدود تھا جو کہ زیادہ دن نہیں چل سکتا تھا۔

ساجد ریڈیو ٹھیک کرنے میں حماد کی مدد کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ناہید بیٹھی ہوئی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "کیا سوچ رہی ہو ناہید۔۔۔۔۔ ریڈیو ٹھیک کرنے میں مصروف حماد کی نظر اس پر پڑی تو پوچھ لیا۔

"کچھ نہیں سربس ایسے ہی"

سریہ سوچ رہی ہوگی کہ یہاں بچ کر نکلیں گے تو یہ اس ایر کریش پر ایک کتاب لکھے گی۔ "ساجد نے ہنستے ہوئے کہا تو حماد بھی مسکرا دیا۔

نہیں! یہ یہاں سے واپس جانے کے بعد چھابڑیاں بنانے کا طریقہ سیکھے گی اور سیٹھ چھابڑی والی بن جائے گی۔ "حماد کی بات پر ساجد کے ساتھ ساتھ ناہید بھی ہنس پڑی۔

کافی کوششوں کے باوجود ریڈیو ٹھیک نہیں ہو پایا۔ اور انہوں نے اس پر طبع آزمائی کرنا بند کر دی

کچھ لوگوں نے اپنے سمارٹ فونز سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ کام کرنا تھا، سونہ کیا۔ کیونکہ یہاں موبائل سگنل نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔

اب لوگ جہاز میں ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اکتانے لگے تھے اور انہوں نے باہر نکل کر چلنا پھرنا شروع کر دیا تھا۔ گرم کپڑے وہ پہلے ہی پہنے ہوئے تھے اور ساتھ مزید بھی لائے تھے کیونکہ ایک تو اس وقت پاکستان میں سردیوں کا موسم چل رہا تھا اور دوسرا یہ کہ وہ یورپ جارہے تھے جہاں سردی ویسے بھی کچھ زیادہ ہی پڑتی تھی

پانی کی اگرچہ سرد موسم کی وجہ سے اتنی ضرورت نہیں پڑتی تھی لیکن زیادہ نہیں کم ہی سہی پانی کی ضرورت تو بہر حال تھی

اس کا حل یہ نکالا گیا کہ برف کو ایک برتن میں ڈال کر گرم کر کے پگھلا لیا جاتا اور اسے استعمال کر لیا جاتا

بوریت سے بچنے کیلئے جہاز کی فالتو چیزوں کو چلا کر آگ کا الاؤ جلایا گیا اور سب لوگ اس کے گرد دائرے میں بیٹھ کر اپنے اپنے قصے واقعات سنانے لگے۔ کبھی کوئی منچہ گیت گانے لگتا

ایک بار حماد نے اپنی خوش آواز میں نعت پڑھ کر سنائی جسے سب لوگوں نے بے حد سراہا اور پسند کیا۔ اس کی آواز میں نجانے کیسا سحر تھا اور کیسی کشش تھی کہ دل کرتا بس سنتے ہی رہو۔

اور پھر ساجد نے ایسے ایسے چٹکے اور لطیفے سنائے کہ سب ہنس کر لوٹ پوٹ گئے۔ سیٹھ چھا بڑی بھی اپنی ہیلی کاپٹر جیسی آواز میں ہنس کر دھرتی ہلا رہا تھا اور ساجد کو داد دے رہا تھا۔

آگ کی حدت سکون آمیز گرم مہٹ پہنچا رہی تھی اور کچھ دیر کیلئے وہ لوگ بھول ہی گئے تھے کہ وہ کس مصیبت سے دوچار ہو چکے ہیں اور آگے کیا حالات پیش آنے والے ہیں۔ آیا وہ یہاں سے نکل بھی پائیں گے یا یہی سفید برف ان کا کفن اور مدفن بن جائے گی

حماد نے باری باری ان نوبیا ہتا جوڑوں کی طرف نظر ڈالی جو گھر سے ہنی مون منانے نکلے تھے۔ اور اس آفت کا شکار ہو گئے تھے۔ لیکن اس وقت ان لمحات سے بھرپور لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دنیا کے ہنگامے اور شور سے ہزاروں میل دور اس برف کے میدان میں زندگیاں زندگی کے لمحات کشید کر رہی تھیں۔ اور حماد نے دل ہی دل میں سوچا کہ ہنی مون تو دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ روز مناتے ہونگے لیکن اگر وہ لوگ یہاں سے صحیح سلامت نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ایسا ہنی مون کسی کھرب پتی نے بھی نہیں منایا ہوگا۔ یہ ایڈونچر ان جوڑوں کو ساری زندگی یادگار بن کر یاد آنے والا تھا۔

کافی دیر گزر گئی تو کافی لوگ جہاز میں جا کر سو گئے۔ کچھ منچلے وہیں بیٹھے رہے۔ حماد البتہ سو گیا تھا۔ وہ جلد سونے اور جلد اٹھنے کا عادی تھا۔

اگلی صبح حماد نے ایک گرم اور کوٹ سے خود کو ڈھانپا۔ ہاتھوں میں دستانے پہنے۔۔۔ ایک سٹک لی۔

اور ناہید سے کہا۔ "میں دوپہر تک واپس آ جاؤں گا۔ اگر نا بھی آ سکا تو پریشان مت ہونا رات آ جاؤں گا۔" اس نے اپنے ساتھ ایک طاقتور ٹارچ بھی لی تھی۔

لیکن آپ جا کہاں رہے ہیں۔ ناہید نے قدرے پریشان کن لہجے میں پوچھا۔

"زندگی کا راستہ تلاش کرنے"

حماد نے ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور دروازہ کھول کر برف میں تیزی سے چلتا ہوا دھند میں غائب ہو گیا۔

ناہید نے ڈھیلے سے انداز میں دروازہ واپس بند کر دیا اور ایک نظر مسافروں پر ڈالی جو ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

حماد برف اور دھند میں غائب ہو چکا تھا اور ناہید جہاز کا دروازہ بند کر کے اپنی سیٹ پر آچکی تھی۔ اس نے نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گزشتہ پانچ سال سے اس ایئر لائن میں ایئر ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ اور اس کا کیریئر بہت اچھا جا رہا تھا اور اس دوران اسے کسی بھی طرح کی کوئی پریشانی پیش نہیں آئی تھی۔ ایئر لائن کے پاس بہت سارے جہاز تھے اور ناہید کی ڈیوٹی الگ الگ جہازوں پر شیڈول کے حساب سے تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ اس جہاز پر ڈیوٹی کرتے ہوئے اسے کم ہی عرصہ ہوا تھا۔ لیکن یہاں کا عملہ خاص طور پر حماد جس طرح اچھے طریقے اور خندہ پیشانی اور بھرپور عزت کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس سے جہاز کا عملہ ایک فیملی کی طرح ایک دوسرے سے جڑ گیا تھا۔ کام کے علاوہ بھی وہ بہت سی باتیں دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے شیئر کر لیا کرتے تھے۔ حماد کو اس تھوڑے سے عرصے میں اس نے جو جانا تھا وہ یہ تھا کہ حماد اپنے کام سے کام رکھنے والا اور خوش اخلاق نوجوان تھا۔ اسے فلائنگ کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اسی وجہ سے وہ اتنی کم عمر میں فلائٹ کیپٹن کے عہدے تک پہنچ چکا تھا۔

نجانے وہ کتنی دیر انہیں سوچوں میں گم رہتی کہ ساجد اس کے پاس آگیا۔ اس کی چوٹیں اب بہت بہتر ہو چکی تھیں۔

حماد سر کہاں گئے "وہ کاک پٹ میں بھی نہیں ہیں۔ ساجد نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا "

وہ صبح ہی صبح برف میں نجانے کہاں چلے گئے ہیں کہہ رہے تھے رات تک واپس آجائیں گے۔ ناہید نے جواب دیا

کہیں چلے گئے ہیں "----- ساجد پر سوچ انداز میں بڑبڑایا۔ "

لیکن وہ یہاں کہاں جاسکتے ہیں یہ جگہ تو ہم سب کیلے بالکل اجنبی ہے اور پھر دور دور دور تک یہاں سوائے برف کے کچھ بھی نہیں۔ "

ساجد نے کہا

پھر کچھ سوچتے ہوئے سوالیہ انداز میں ناہید کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔؟ "

نہیں "ناہید نے نفی میں سر ہلایا۔ "

خدا نخواستہ انہیں کوئی نقصان نا پہنچ جائے۔ ساجد نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

اور، اور وہ جو خبروں میں بتا رہے تھے۔ حماد کی امی نے حیرانی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ پوچھا۔

ارے بیگم وہ تو پتا نہیں کونسی فلاسٹ تھی جو کچھ دیر کیلے ریڈار سے غائب ہو گئی تھی اور پھر واپس سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ اس کا ہمارے "حماد سے کیا تعلق۔۔۔؟ جمشید میاں جانتے تھے کہ ان کی اہلیہ کو فلاسٹس کے نمبر اور ان چکروں کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا وہ بس اتنا جانتی تھی کہ ان کا بیٹا ایک معقول ایئر لائن کیلے جہاز اڑاتا ہے اور بس۔۔۔۔۔ اگلے دس پندرہ منٹ تک جمشید میاں اپنی اہلیہ کو پوری طرح مطمئن کر چکے تھے۔ ناصرف یہ بلکہ ان کے جاگنے سے پہلے ہی وہ ٹی وی کا کیبل کنکشن بھی منقطع کر چکے تھے کہ کہیں حماد کی امی خبریں دیکھ کر پھر دوبارہ کوئی اثر نالے لیں۔ بہر حال فی الحال کیلے جمشید میاں کسی ناکسی طرح یہ معاملہ سنبھال چکے تھے۔

دن کے وقت صورتحال کافی گھمبیر ہو گئی تھی۔ جب اسٹاف جو کہ اب ناہید اور ساجد دو افراد کا ہی رہ گیا تھا۔ جب انہوں نے دن کے وقت کھانے کے بچے کچھ ذخیرے میں سے مسافروں کو کم مقدار میں کھانا دینا شروع کیا تو اس پر کچھ لوگوں نے احتجاج اور شور شرابہ شروع کر دیا۔

ہمیں صبح بھی ناشتے میں کچھ نہیں دیا اور اب بھی برائے نام کھانا دیا جا رہا ہے۔ یہ صورتحال ناقابل قبول ہے۔ میں واپس جا کر تم لوگوں کی ایئر لائن پر کیس کر دوں گا۔ سیٹھ چھا بڑی والا نے کہا۔ "کیس کر دوں گا" شاید اس کا تکیہ کلام بن گیا تھا۔ یا پھر پہلے سے ہی تھا۔ ہاں ہاں سیٹھ صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ ہمیں بھوک سے مارنا چاہتے ہیں۔ یہ صورتحال ناقابل قبول ہے۔ دیکھا دیکھی اور بھی کچھ لوگ سیٹھ چھا بڑی والا کے حمایتی ہو گئے۔

دیکھیں سر آپ لوگ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں ہمارے پاس کھانا اب ناہونے کے برابر باقی رہ گیا۔ اگر ہم حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے جو مل رہا ہے اس پر ہی گزارہ کرنے کی کوشش کریں گے تو شاید ہم ایک دو دن مزید نکال دیں۔ لیکن اگر سارا کھانا اسی

وقت ختم ہو گیا تو پھر آگے کیا ہو گا۔۔۔؟ کیا آپ میں سے کسی کے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ ناہید کی مختصر سی تقریر پر پورے جہاز میں سانپ سونگھ گیا۔ ساجد اور ناہید نے سکھ کی سانس لی کہ ساتھ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہے۔

نہیں نہیں ہم کھ نہیں جانتے ہمیں کھانا چاہیے اور آپ لوگ ہمیں روک نہیں سکتے۔ چلو بھائیوں۔۔۔۔۔۔ سیٹھ چھاڑی والا انتشار پھیلانے سے باز نا آیا اور "چلو بھائیوں" کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے اپنے بھاری بھر کم وجود کے ساتھ جہاز کے کچن کی سمت بھاگا۔ چارپانچ مزید لوگ اس کے پیچھے ہوئے۔

اب ساجد کا حرت کا میں آنا گزیر تھا

اس نے فوراناہید کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور جیسے ہی سیٹھ چھاڑی والا قریب پہنچا تو ساجد نے اس کے راستے میں ہلکی سی ٹانگ اڑا "دی۔ دوسرے ہی لمحے سیٹھ چھاڑی اپنے گینڈا نما جٹے کے ساتھ زمین پر تھا

رک جائیے آپ لوگ۔۔۔۔۔۔ پیچھے سے مزید آنے والے لوگوں کیلئے ساجد آخری وارنگ جاری کی لیکن وہ مسلسل آگے بڑھتے ہی جارہے تھے۔ تب ساجد کا ہاتھ حرکت میں آگیا۔ آگے بڑھتے ایک شخص کے چہرے پر ساجد کا زوردار گھونسہ پڑا تو وہ منہ پکڑے زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ دو لوگوں کے انجام نے پیچھے آنے والے لوگوں کو خبردار کر دیا تھا اور وہ آگے بڑھنے کے بجائے رک گئے۔

اسی دوران کچھ مزید لوگ بھی ساجد کو مدد کرنے کیلئے آگے آگئے اور کچن کی طرف بڑھنے والے لوگوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ سیٹھ چھاڑی والا بھی اٹھ کر کراہتے ہوئے ساجد کو کینہ توڑ نظروں سے گھورتا ہوا پیچھے چلا گیا

فضاء میں کافی تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔ جہاز میں صرف مرد ہی نہیں تھے خواتین بھی تھیں۔ سیٹھ چھاڑی والا اور اس کے حامیوں کی وجہ سے ناخنگوار دھکم پیل اور مار پیٹ ہوئی تھی اس سے خواتین کافی خوفزدہ نظر آرہی تھیں۔

صورتحال پر قابو پا لیا گیا تھا اور سب اپنے اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے تھے۔ کوئی باہر نکل کر چہل قدمی کر رہا تھا تو کوئی ماضی کو یاد کر رہا تھا۔ کوئی ڈائری لکھ رہا تھا تو کوئی اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ مشرق سے نکلا سورج مغرب کی طرف زوال پزیر ہو رہا تھا

لیکن۔۔۔۔۔۔ ابھی تک حماد کا کچھ پتا نہیں تھا

فہد ایک بات بتاؤ۔۔۔۔۔ نوشین نے نقاہت زدہ آواز میں کہا۔

فہد جہاز کا رنگ سفید ہے۔ نو شین نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "

اور برف کارنگ بھی سفید ہے۔۔۔ نوشین نے اسی لہجے میں کہا۔

تو یہ کہ مثال کے طور پر اگر کوئی ہمیں ریسکیو کرنے کیلئے ڈھونڈ رہا ہوگا۔ یا پھر ویسے ہی کوئی فلائٹ یہاں سے گزر رہی ہوگی تو کیا ہم انہیں نظر آئیں گے۔۔۔؟

تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں نوشین۔۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔

لیکن کہاں جا رہے ہیں آپ؟ نوٹشین نے پوچھا۔

بس ابھی آیا۔ فہد نے کہا اور کاک پیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ساجد قرآنی آیات کی تلاوت کر رہا تھا۔"

اچانک ایک غیر انسانی آواز سنائی دی اور وجود غار کی دیوار کے ساتھ دبک گیا "

"یہ وجود کوئی اور نہیں کیپٹن حماد تھا "

جیسے ہی غیر انسانی آواز سنائی دی تو حماد نے غار کی دیوار کے ساتھ دبکنے کی کوشش کی تھی لیکن غیر انسانی آواز قدموں کی آہٹ مسلسل اسی کے قریب آتی جا رہی تھی۔ حماد کا اس طرح دبکے رہنا مسئلے کا حل نہیں تھا۔ اگر وہ انسانی مخلوق یہاں پہنچ جاتی تو حماد کا اس کی نظروں میں آجانا طے تھا۔ اس لیے حماد نے فوری طور پر ارد گرد نظریں دوڑا کر چھپنے کی جگہ تلاش کرنا شروع کر دی۔ قدموں کی آہٹ اب بالکل قریب آچکی تھی اور غیر انسانی غراہٹ میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

تب ہی حماد کی نظر غار کی دیوار میں موجود ایک دراڑ نما خلاء کی طرف پڑی۔ خلاء زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ حماد اس خلاء میں با آسانی سما سکتا تھا۔ ویسے بھی وہ فٹ جسامت کا انسان تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ میں پڑھنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی اور اگلے کی لمحے وہ اس دراز نما خلاء میں چھپ چکا تھا۔

اگلے ہی لمحے جو مخلوق وہاں چلتے ہوئے پہنچی اسے دیکھتے ہی حماد کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ تقریباً 8 فٹ اونچی انسان سے مشابہ مخلوق اس کے سامنے تھی۔ اس کا سر سے پاؤں سے پورا جسم ریچھ جیسے سفید بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

برفانی آدمی "حماد کے منہ سے بے اختیار نکلا۔"

ساجد کی ہدایت اور قیادت میں ان لوگوں نے بہت ہی طریقے اور سلیقے سے کام کیا تھا۔ ہر وہ چیز جہاز سے باہر نکال لی گئی تھی ان کے استعمال کی نہیں رہی تھی اب۔۔۔ ایک لمبی سی لائن کی صورت میں ان چیزوں کو ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ مقصد صرف یہی تھا کہ اگر کوئی ریسکیو جہاز انہیں تلاش کرتا ہوا یہاں سے گزرے تو اس کو ان لوگوں کو ڈھونڈنے میں دشواری ناہو۔ بالاخر کافی دیر کی محنت کے بعد یہ

کام نمٹالیا گیا۔ لوگوں کو انتہائی قلیل مقدار میں کھانے کی چیزیں دی گئیں جسے لوگوں نے بادل نہ خواستہ قبول کیا۔ سیٹھ چھاڑی والا اینڈ کمپنی دوبارہ کسی ہنگامے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن ساجد کے تیور دیکھتے ہوئے اس بار سیٹھ چھاڑی والا نے چپ سادھنے میں ہی عافیت سمجھی۔ برف کو پینے کے قابل پانی کے حصول کیلئے ایک بار پھر سے پھگلا یا گیا۔ لوگوں نے کچھ ہی لمحوں میں کھانا چٹ کر دیا تھا۔ اور اب ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اچانک ایک معمر سا شخص اپنی چھاتے پکڑے کراہنے لگا۔ وہ اپنی سیٹ سے لڑھک کر جہاز کے ٹھنڈے فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ کچھ فوراً اس کے گرد جمع ہو گئے اور اسے سبھالنے کی کوشش کرنے لگے۔

ہیٹے پلینز، پیچھے ہیٹے مجھے ان کو دیکھنے دیجئے۔ ناہید یہ کہتی ہوئی فوراً وہاں پہنچ گئی۔ ساجد بھی اس کے ہمراہ تھا "

ان کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ ناہید نے انتہائی تشویش زدہ لہجے میں کہا اور اسے ٹریمنٹ دینے کی پوری کوشش کرنے لگی۔ وہ اسے بچانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ وہاں موجود دیگر لوگ بھی اس اچانک پیش آنے والی صورتحال پر دم بخود تھے۔

طبی سہولتیں ناہونے کے برابر تھی۔ ناہید اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسے بچا نہیں پائی۔

معمر شخص دم توڑ چکا تھا اور اس کی روح قفسِ عصری سے پرواز کر چکی تھی۔ "

ناہید نے ساجد کی طرف دیکھتے ہوئے مایوسی سے سر ہلا دیا۔ چند ہی لمحوں میں یہ بات سب لوگوں کو پتا چل گئی تھی اور فضاء سوگوار " ہو گئی تھی۔ لاش کو یونہی نہیں چھوڑا جاسکتا تھا چنانچہ باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ کچھ دور برف میں گڑھا کھود کر لاش کو وہاں دفن کر دیا جائے۔ اس طرح لاش خراب ہونے سے بچ سکتی تھی۔ اور اگر وہ لوگ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو پاتے تھے اس کی میت ورناء کے حوالے کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور اسے برف میں گڑھا کھود کر لاش کو دبا دیا گیا۔

ساجد برف میں کچھ دور بیٹھا خلاء میں نجانے کیا گھور رہا تھا جب ناہید اس کے پاس پہنچ گئی۔

سر حماد ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ناہید نے انگلیاں چٹکاتے ہوئے کہا۔ "

ہمممم! اور وہ اپنے ساتھ کچھ کھانے کا سامان بھی نہیں لے کر گئے۔ ساجد ناہید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو حماد سر زندہ ہیں، یا پھر خدا نخواستہ انہیں کچھ ہو گیا ہے۔

اور اگر وہ زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہ کہ انہوں نے کہیں ناکہیں سے خوراک کا حل ڈھونڈ لیا ہے۔ اور ہم سب بھی بچ سکتے ہیں۔ ساجد نے حالات ک باریک بینی سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

اللہ ناکرے سر حماد کو کچھ ہو۔۔۔۔۔ ناہید نے فکر مندی سے کہا۔

اگر سر حماد زندہ ہیں تو اس کا مطلب ہم سب بھی بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ کہیں ناکہیں سے تو انہوں نے خوراک کا انتظام کیا ہو گا۔ ساجد نے خلاء میں دیکھتے ہوئے پرسوج لہجے میں کہا

ہمیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے بجائے سر حماد کی طرح نکلنا چاہیے خوراک کی تلاش کیلئے۔۔۔ ناہید نے کہا۔

ہمممم! ٹھیک کہتی ہو۔ ساجد نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر ناہید کی طرف دیکھا۔

کھانے کا مزید کتنا سامان بچا ہے۔۔؟

صرف اتنا کہ آخری بار ہی دیا جاسکتا ہے اس کے بعد کھانے کا نام پر ایک دانہ بھی نہیں بچے گا۔ ناہید نے جواب دیا۔

ہمممم! ساجد نے صرف اتنا ہی کہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا

حماد نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں مسلی، لیکن اس کی آنکھوں کو دیکھنے میں کوئی دھوکہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے بالکل ٹھیک دیکھا تھا۔ اس کے سامنے اس وقت برفانی آدمی موجود تھا۔ جی ہاں! برفانی آدمی جسے "یتی" بھی کہا جاتا تھا۔ وہی تیتی جس کے قصے اس نے مختلف رسائل اور مختلف ڈاکو منٹریز میں دیکھے تھے۔ یہ جانور جسے "یتی" کا نام دیا گیا تھا۔ ایک لمبے عرصے سے مہم جوؤں اور ریسرچ کرنے والوں کا موضوع بحث تھا۔

اس بات کا پتہ لگانے کیلئے کہ آیا "یتی" کا حقیقت میں کوئی وجود ہے بھی یا یہ محض ایک افسانہ اور افواہ ہے۔ ماہرین نے بڑے پیمانے پر تحقیق کی تھی۔ جس پر بہت سارا سرمایہ بھی خرچ ہوا، لیکن نتیجہ وہی دھاک کے تین پات۔۔۔۔۔ تیتی آج تک ایک معمہ بنا ہوا تھا۔ کچھ

لوگوں کو ایمان کی حد تک یقین تھا کہ بتی ایک حقیقت ہے۔ اور اس کا وجود ہے۔ یہ انتہائی بلند ترین بر فیلے علاقوں میں رہتا ہے اور انسانوں سے دور بھاگتا ہے۔ اس لیے کبھی اس کی موجودگی کے ثبوت حاصل نہ ہو سکے۔ جبکہ دوسری طرف کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ بتی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ محض ایک افسانہ اور انسانی ذہن کی اختراع ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

نیشنل جیو گرافک چینل نے "بتی" پر ایک تفصیلی ڈاکو منٹری فلم نشر کی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ بتی (برفانی آدمی) پر اب تک کون "کون سی تحقیق کی گئی تھی۔ اور اس کی موجودگی کے حق میں رد میں کون کون سے دلائل اور ثبوت سامنے آئے تھے۔ بہر حال یہ ایک نیشنل جیو گرافک چینل کی ایک معلوماتی اور تحقیق پر مبنی ڈاکو منٹری تھی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ سائنسدان مخمضے کا شکار ہیں اور ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے کہ روئے زمین پر "بتی" (برفانی آدمی) کا کوئی وجود ہے یا نہیں۔

اور اب وہی جیتا جاگتا برفانی آدمی حماد کی آنکھوں کے سامنے موجود تھا۔ حماد بغیر پلک جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ برفانی آدمی اس بات سے قطعی بے خبر تھا کہ صدیوں سے جس انسان کو اس نے گرد تک بھی نہیں پہنچنے دیا تھا۔ اب ایک انسان اس کی آرام گاہ تک پہنچ چکا تھا۔ چاہے انجانے میں ہی سہی لیکن بہر حال پہنچ چکا تھا۔ برفانی آدمی جس طرح آیا تھا اسی انداز میں غار کی اندرونی طرف لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد حماد نے احتیاط کے ساتھ آس پاس کی سن گن لی۔ بھاری قدموں کی آہٹ اب دور جا چکی تھی۔ جہاز سے نکلے ہوئے آج حماد کو تیسرا چوتھا دن تھا۔ اور اس کا یہاں تک پہنچنا بھی ایک ایڈونچر اور مہم جوئی سے کم نہ تھا۔

نکلتے وقت اس نے صرف ایک ٹارچ، سٹک، اور ایک چھوٹا سا بیگ اپنے ساتھ لیا تھا۔ شدید ٹھنڈی ہوا کہ تھیرے کانوں کو سرسرا رہے تھے لیکن وہ مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ راستے میں برفانی ٹیلے سے جن پر وہ چڑھائی کر رہا تھا۔ کافی دیر کی مشقت کے بعد وہ ان ٹیلوں کو پار کر چکا تھا اور اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسے چلتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی لیکن ابھی تک اس کے سامنے تاحد نگاہ ویسا کا ویسا ہی میدان تھا جیسا جہاز سے چلتے وقت اس کے سامنے تھا۔ یہاں کچھ دیر بیٹھ کر سستانے کے بعد پھر سے چل پڑا۔ اس بار اس کے سامنے جو برفانی ٹیلہ آیا وہ پچھلے تمام ٹیلوں سے کافی بڑا اور اونچا تھا۔ اور اسے پار کرتے وقت حماد کو دانتوں پسینہ آگیا۔ چڑھائی تو اس نے جیسے تیسے مکمل کر لی تھی لیکن جیسے ہی وہ نیچے اترنے لگا اچانک اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ گولی کی رفتار سے نیچے گرنے لگا۔



ناولز کی دنیا

کے گروپ سے آپ کیا سیکھ سکتے ہیں

ناولز کی دنیا سے آپ مندرجہ ذیل پوائنٹس کو فالو کر کے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ اردو ادب کا سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے

- ✓ نئے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی اور سیکھنے کے لیے بہترین پلیٹ فارم
- ✓ ہر خاص موقع پر انعامی سرگرمیوں کا انعقاد
- ✓ اردو ادب کے بہترین اور شاہکار ناول
- ✓ آپ ایڈیٹرز سے کسی بھی وقت کسی بھی طرح کی ایڈٹ بنا سکتے ہیں۔
- ✓ اچھا لکھنے والوں کو سیکھنے کے لیے ٹیم کے ساتھ کام کرنے کا سنہری موقع
- ✓ بہترین پوسٹیں کرنے والوں کے لیے پری اپرول
- ✓ بہترین اور سازگار ماحول
- ✓ تعاون کرنے والی انتظامیہ

مزید دلچسپ اور شاندار ناول پڑھنے کے لیے ہماری آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کریں

WWW.NOVELSKIDUNIYA.COM
WWW.NOVELSKIDUNYA.COM

 **Novels Ki Duniya**
@ZOYATALIB77 (PAGE USER NAME)

بالاخر وہ کٹھن ترین وقت بھی آگیا جب جہاز میں موجود کھانے کا بچہ کھچہ آخری حصہ بھی لوگوں کو دے دیا گیا۔ تمام لوگ کھانا کھا چکے تھے اور ساتھ ہی انہیں بتا دیا گیا تھا کہ اسٹاف کے پاس ان کو دینے کیلئے کچھ نہیں بچا۔ اب سب کو اپنی بقا کی جنگ خود لڑنی ہوگی۔ اور زندگی سے رشتہ بنائے رکھنے کیلئے خود خوراک حاصل کرنے کے ذرائع ڈھونڈنے ہونگے۔ ساجد نے باقاعدہ اعلان کر دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ سب پریشانی اور تشویش سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

طبی نقطہ نظر سے انسان بغیر کھائے پیے زیادہ سے زیادہ تین دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ "

لیکن یہ عرصہ حالات اور موسم کے مطابق کم یا زیادہ بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں موسم سرد تھا اور محنت ناہونے کے برابر۔۔۔۔۔ اس طرح شاید یہ لوگ زیادہ دن رہ سکتے تھے، لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن ایک منفی پہلو یہ بھی تھی کہ انہیں پہلے ہی بہت کم خوراک میسر ہو رہی تھی، دن میں صرف ایک بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب بالکل ہی خوراک کے ایک دانے کے بغیر یہ لوگ کتنے دن موت سے لڑ سکتے تھے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ بوڑھے اور بیمار لوگوں کو نارمل لوگوں کے مقابلے اور زیادہ مشکلات آ سکتی تھی۔ لیکن سب حالات کے آگے مکمل بے بس تھے۔

بے بسی ان لوگوں پر قہقہے لگا رہی تھی اور ناچ رہی تھی۔ "

یہ نہیں ہو سکتا، یہ بالکل نہیں ہو سکتا، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس طرح تو میں بھوک سے مر جاؤں گا۔ اور میں مرنا نہیں چاہتا بالکل بھی " مرنا نہیں چاہتا، میرے لیے کچھ کرو ورنہ میں کیس کر دوں گا، میں تم سب لوگوں پر کیس کر دوں گا۔ سیٹھ چھاپڑی والا اچانک ہڈیانی انداز میں چلانے لگا۔ آخر میں اس نے اپنا مخصوص جملہ بھی دہرا دیا تھا۔

لیکن کسی نے بھی اس پر دھیان نہیں دیا اور نا ہی اس کی باتوں کا کسی نے جواب دینا ضروری سمجھا۔ وہاں سب لوگوں کو اب اپنی پڑی تھی۔

خوراک ختم ہونے کا سن کر سب کے اوسان خطا ہو گئے تھے اور ان لوگوں کو اپنی موت صاف نظر آنے لگی تھی۔ ظاہر اس بر فیلے میدان میں انہیں کوئی ایسی امید نظر نہیں آرہی تھی جس سے خوراک کا حصول ہو سکے۔ سوائے اس موہوم سی امید کے کہ یہاں سے گزرنے والی کوئی فلائٹ انہیں دیکھ لے اور ان کی زندگی بچ جائے اس کے سوا جان بچنے کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا تھا۔

حماد نیچے اترتے ہوئے لڑکھڑایا اور گولی کی رفتار سے نیچے گرنے لگا۔ ایک لمحے کیلئے اس کے سامنے ہر چیز گھوم کر رہ گئی اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔ وہ بر فیلی ڈھلوان سے تیزی کے ساتھ لڑھکتا ہوا نیچے گر رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود، اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ اور جب تک وہ سنبھل پاتا وہ نیچے گر اور کچھک کی آواز کے ساتھ اس کا پاؤں گھٹنوں تک انتہائی سرد مائع میں دھنس چکا تھا۔

(عموماً میں ایک دن چھوڑ کر قسط دیتا ہوں۔ لیکن قارئین کے بے حد پیار اور محبت کو دیکھتے ہوئے آج یہ سر پرانز قسط دے رہا ہوں۔ تو پھر مزے سے پڑھیے، قسط پڑھ کر اپنا تفصیلی تبصرہ کرنا مت بھولیں۔)

حماد کا پاؤں گھٹنوں تک انتہائی سرد ترین مایا میں دھنس چکا تھا۔ لڑھک کر گرنے سے لے کر یہاں تک پہنچنے تک تو حماد سنبھلنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا کہ ہوا کیا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ہر چیز گھوم کر رہ گئی تھی۔

لیکن اب جب ”حماد“ لینڈ ”کر چکا تھا تو اس نے اپنے ارد گرد دیکھا اور صورتحال کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ تب ہی اس کے پاؤں میں انتہائی سرد سنسنی کا احساس ہوا تو اس نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا۔ حماد کا پاؤں برف کو توڑ کر اندر دھنس گیا تھا اور برف کی موٹی تہہ کے نیچے پانی بہہ رہا تھا۔ کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد حماد اپنا پاؤں باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ خیر گزری کے معمولی چوٹ ہی آئی

تھی لیکن اس معمولی چوٹ نے برف کی موٹی تہہ کے نیچے بہہ رہے پانی کا انکشاف کر دیا تھا۔ حماد اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ ٹیلوں کے بیچ میں یہ تیس چالیس فٹ چوڑا راستہ سا تھا جو لمبائی میں دور تک جا رہا تھا۔ اگر اس موٹی برف کی تہہ کے نیچے پانی کا انکشاف نہ ہوتا تو حماد یہ کبھی ناجان پاتا کہ یہ دراصل ایک دریا ہے۔ جس کی اوپری تہہ شدید ٹھنڈ کی وجہ سے جم چکی ہے لیکن اندر اب بھی پانی بہہ رہا ہے۔ حماد کے ذہن میں یہ ساری باتیں آئی اور چلی گئیں۔

اس نے اپنا بیگ پیچھے لٹکا لیا اور ایک بار ہھر سے سفر شروع کر دیا۔ اس بار اس نے اس جگہ ہونے والے دریا کے ساتھ ساتھ ہی چلنے کا فیصلہ " کر لیا تھا۔ اسے امید تھی کہ یہ راستہ اسے کہیں نا کہیں ضرور پہنچا دے گا۔ ابھی وہ کچھ قدم چلا ہی تھا کہ اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں آیا اور وہ تقریباً چھل ہی پڑا۔ اگر یہاں پانی تھا تو اس کا مطلب آبی زندگی کی موجودگی بھی لازم تھی

ہو سکتا ہے مچھلیاں بھی ہوں۔ یہ خیال آتے ہی اس کے چہرے پر ایک امید اور خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ واپس پلٹا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اگر یہاں مچھلی موجود تھی بھی تو وہ اس چھوٹے سے سوراخ میں سے انہیں کیسے پکڑتا۔ اور وہ بھی مچھلی پکڑنے والے اوزار کے بغیر۔۔۔۔۔ اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے کیلئے کیپٹن حماد گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ اسی طرح کچھ دیر گہری سوچ میں ڈوبا رہا اور پھر اچانک اس کی آنکھوں میں چمک اُمٹ آئی۔ وہ اپنے زرخیز ذہن میں ایک ترکیب سوچ چکا تھا۔ اگر قسمت اس کا ساتھ دیتی تو اسے کامیابی ضرور ملتی۔

اس نے اپنا بیگ کندھوں سے نیچے اتارا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کی زپ کھولنے لگا۔

بیگ کی زپ کھولنے کے بعد اس نے ٹارچ نکالی جو اس نے جہاز سے روانہ ہوتے وقت اپنے ساتھ لی تھی۔ یہ ایک چھوٹی مگر اچھی کوالٹی کی طاقتور بیٹری والی ٹارچ تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ میں ٹارچ پکڑ کر اندر پانی میں روشنی ڈالی جہاں سے برف ٹوٹ کر اس کا پاؤں دھنسا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں سٹک سنبھال لی جس کا ایک سر آگے سے نوک دار تھا۔ حماد مچھلی پکڑنے کیلئے جو طریقہ

اس کے بعد اس نے سٹک کی نوک کی مدد سے ایک مچھلی کا پیٹ چاک کیا۔ جو کہ باقی سب کی نسبت چھوٹی تھی۔ مچھلی کے پیٹ سے آلائش وغیرہ صاف کر کے اب وہ اسے کھانے کیلئے دل کو مضبوط کر رہا تھا۔ اس نے آج تک کبھی بھی کچی مچھلی یا گوشت نہیں کھایا تھا۔ اور ظاہر ہے یہاں ایسی کوئی سہولت نہیں تھی کہ مچھلی پکائی جاسکتی۔ چنانچہ اسے مجبوراً مچھلی کو بغیر پکائے ہی کھانا تھا۔ وہ کچھ دیر یونہی مچھلی کو ہاتھ میں پکڑے گھورتا رہا جیسے اس سے سوال و جواب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور پھر اللہ کا نام لے کر کھانے لگا۔ مشکل ضرور ہوئی لیکن اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ پیٹ میں کچھ کھانا تو گیا۔

جیسے جیسے وہ مچھلی کا گوشت کھاتا جا رہا تھا اس کے جسم میں توانائی سی بھرتی جا رہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ایک مچھلی کا پیٹ مزید چاک کیا اور آلائش وغیرہ صاف کرنے کے بعد اسے اور ٹارچ دونوں کو بیگ میں رکھ لیا۔

اس نے باقی مچھلیاں وہیں رہنی جو کہ اچھی خاصی مقدار میں تھی۔ اس نے بیگ واپس کندھوں سے لٹکایا اور اپنی سٹک اٹھانے کے بعد ایک پھر سے سفر کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ لیکن اس کا رخ جہاز کی طرف اب بھی نہیں تھا۔ اسے تو راستہ تلاش کرنا تھا۔ ہاں زندگی کا راستہ، اس نے ایک نظر مچھلیوں کے ڈھیر پر ڈالی اور اس کے بعد ایک مسکراتی ہوئی نظر اس طرف ڈالی جس طرف سے وہ آیا تھا۔ تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اور ایک بار پھر سے چل پڑا۔

اس کے بعد وہ بغیر رکے چلتا رہا چلتا رہا اور چلتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اور رات اپنے ساتھ خون جمادینے والی سردی بھی لائی۔ اب اسے فوری طور پر سر چھپانے کیلئے کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ چاہیئے تھے۔

سرد اندھیری رات میں وہ آگے بڑھ رہا تھا کہ اسے یہ غار نظر آگئی۔ جو کسی پہاٹی چٹان میں بنی ہوئی تھی۔ اس سے بہتر پناہ گاہ کم از کم اس وقت اس سے بہتر اور کوئی اس کیلئے نہیں ہو سکتی تھی۔

چانچہ وہ اس کی جانب بڑھنے لگا۔ لیکن احتیاط کے ساتھ۔ کیونکہ وہاں کوئی موزی جانور بھی موجود ہو سکتا تھا جو اس وقت اپنے آرام میں خلل ڈالنے پر حماد پر حملہ بھی کر سکتا تھا۔ جیسے ہی حماد اس غار میں داخل ہوا تھا اسے وہ غیر انسانی آواز سنائی دی تھی۔ اور یہیں جانے انجانے میں اس کا سامنا بر فانی آدمی (یتی) سے ہو گیا تھا۔

وقت کا کام تھا گزرنا، اور وہ گزر رہا تھا۔ جہاز میں موجود لوگوں کو آخری بار کھانا کھائے تقریباً دس گھنٹے ہونے کو آئے تھے اور وہ لوگ بھوک سے نڈھال ہو چکے تھے۔ سیٹھ چھا بڑی والا جیسے موٹی جسامت کے لوگوں کیلئے صورتحال مزید کٹھن ہو گئی تھی۔ ایک تو موٹاپے کی وجہ سے بھوک زیادہ لگتی تھی اور دوسرا یہ کہ اس کے ایک اشارے پر انواع اقسام کھانے اس کے سامنے پیش کرنے کیلئے نوکر ہر وقت موجود رہا کرتے تھے۔ اور آج یہ وقت تھا کہ وہ سوچ رہا تھا اگر کوئی باسی سوکھی روٹی بھی مل جائے تو اس سے پیٹ بھریں گے۔ لیکن قسمت کی ستم ظریفی یہ کہ اس وقت کھانے کیلئے اسے ایک سوکھی روٹی بھی میسر نہیں تھی۔

کچھ لوگوں نے بھوک سے بیتاب ہو کر برف کھانے کیلئے منہ میں بھری لیکن اس سے بھوک تو کیا مٹی تھی الٹا نقصان ہوا۔ یہ کھلی برف تھی اور صحت کیلئے اس کے مضر اثرات بھی تھے۔ اس سے پہلے وہ برف کو پانی بنانے کیلئے ابالا کرتے تھے جس کی وجہ سے اس کے مضر بیکٹیریا وغیرہ ختم ہو جاتے تھے۔ لیکن اب جب بھوک کی وجہ سے کچھ لوگوں نے برف کھائی تو اس نے معدے میں انفیکشن کر دیا۔ اور وہ پیٹ پکڑے وہیں لیٹ گئے اور کھانسنے لگے۔ ہر کسی کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ اور کوئی ان کیلئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ یہاں تو کھانے کو ایڑیاں رگڑ رہے تھے کجا کہ انہیں دوائیاں وغیرہ دی جاتی۔ کچھ لوگ گرتے پڑتے ان درختوں کے پاس پہنچ گئے جو اکا دکا

چانچہ اس نے اپنی بچی کچھی تو انائی جمع کی اور اس طرف نکل کھڑا ہوا جس طرف ناہید کے مطابق حماد گیا تھا۔ یہ مغرب کے آس پاس کا وقت تھا جب وہ اس راستے پر نکلا تھا۔

ناہید نے اس لیڈی کی مدد کی درخواست قبول کر لی تھی اور وہ اس کے چمڑے کے بیگ کو ابلانے میں مدد کر رہی تھی۔ کافی دیر تک " ابلانے کے بعد چمڑہ بہت نرم ہو گیا تھا۔ لیڈی نے ناہید کو بھی شامل کر لیا۔ اور وہ دونوں ابلا ہوا چمڑہ کھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

ادھر سیٹھ چھا پڑی والا کا بھوک سے برا حال تھا اور وہ جہاز کی دیواروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا۔

ہائے ظالموں نے بھوک سے مار دیا۔ کیس کر دوں گا، بخدا کیس کر دوں گا۔ سیٹھ چھا بڑی والا اپنی ہی دھن میں بولتا جا رہا تھا لیکن وہاں اس کی دہائیوں پر دھیان دینے والا کوئی نہیں تھا۔

رات آئی اور ساتھ نیند بھی لائی۔ نیند نے کسی حد تک ان کی بھوک پر مرہم رکھ دیا تھا۔ لیکن یہ وقتی مرہم تھا بالکل عارضی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب ناہید کی آنکھ کھل گئی۔ اسے باہر سے کچھ عجیب سی آوازیں آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے ان آوازوں کے بارے میں جاننے کا فیصلہ کیا۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ آوازیں اسی طرف سے آرہی تھی جس طرف مر جانے والے شخص کی لاش برف میں دفن تھی۔

وہ طرح طرح کے وسوسے دل میں لیئے ہوئے جہاز سے باہر آگئی۔ ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور اس نے سردی سے بچنے کیلئے گرم چادر اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لی تھی۔

وہ ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ آوازیں بھی اب قریب سے آنا شروع ہو گئی تھی۔ ناہید کو اچھی طرح سے یاد تھا کہ یہ ٹھیک وہی جگہ تھی جہاں دل کے دورے سے مر جانے والے شخص کو دبایا گیا تھا۔ جیسے ہی قریب پہنچ کر ناہید نے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

*

برف میں گڑھا کھد ا ہوا تھا اور مر جانے والے آدمی کی لاش باہر پڑی۔ اور لاش کے پاس ہی سیڑھ چھابڑی والا اور جہاز کے دو تین مزید لوگ موجود تھے۔ ان کے منہ میں خون لگا ہوا تھا اور وہ لاش کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف تھے۔

رات کی تاریکی میں ان کے دانتوں سے ٹپکنے والے خون کے قطرے انتہائی بھیانک منظر پیش کر رہے تھے اور وہ لوگ ڈریکولا کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے پاس چھری بھی تھی جس سے وہ گوشت کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ چھری وہ غالباً جہاز کے کچن سے اٹھالائے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ناہید کے رونگھڑے کھڑے ہو گئے اور اسے ابکائی آگئی۔

ناہید کی آواز سن کر ایک لمحے کیلئے چونک کر ان لوگوں نے اس کی طرف دیکھا لیکن پھر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

ناہید کیلئے اب ایک لمحے کیلئے بھی وہاں رہنا محال تھا۔ اس نے فوراً وہاں سے دوڑ لگا دی اور جہاز میں آکر ہی دم لیا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں اور دل کی دھڑکن بے ترتیب تھی۔ کچھ پہلے اس نے جو منظر دیکھا تھا اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی بطور ایک پروفیشنل ایئر ہوسٹس وہ چاہے کتنی ہی نڈر کیوں نا سہی لیکن آخر عورت ذات تھی۔ اور اس منظر نے اسے بری طرح خوفزدہ کر دیا تھا۔

کاش حماد سر یہاں ہوتے۔ اس نے دل میں شدت سے سوچا۔ پھر نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ صبح ہوتے ہی یہ بات سب لوگوں میں پھیل گئی۔

سیٹھ چھاڑی والا اور اس کے ساتھی لوگوں کو اپنے کیئے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔

صورتحال پہلے ہی بدترین اور مخدوش تھی اوپر اس واقعے بے اس میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

بچی کچھی "لاش کو فہد وغیرہ نے مل کر دوبارہ دفن کر دیا۔ اور سیٹھ چھاڑی والا اینڈ کمپنی کے کارنامے پر سرپیٹ کر رہ گئے۔"

مزید یہ ہوا کہ برف کھانے کی وجہ سے جن لوگوں کے پیٹ میں انفیکشن ہوا تھا۔ ان میں سے بھی تین لوگوں کی موت واقع ہو گئی۔

فضا کافی سوگوار تھی۔ مردوں کا کون سوگ مناتا یہاں تو زندوں کی حالت بھی بدتر تھی

دوپہر تک ناہید بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔ اسے لگا جیسے یہ اس کی زندگی کے آخری پل ہوں۔ کیپٹن حماد کے بعد ساجد بھی پتا نہیں کہاں

چلا گیا تھا۔

فہد اور نوشین شدید بھوک اور نقاہت سے نڈھال ہو کر لیٹے تھے۔

نوشین مجھے معاف کر دینا۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر پایا، کوئی وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ حالات نے مجھے بالکل بے بس کر کے رکھ دیا " ہے۔

نہیں فہد! ایسا مت کہیں، آپ ہی میرے لیے سب کچھ ہیں۔ آپ نے مجھے اتنی خوشیاں دی ہیں کہ اگر اب مر بھی جاؤں تو مجھے کوئی " گلہ نہیں۔ نوشین نے نقاہت بھرے لہجے میں بمشکل کہا۔

کمزوری کی وجہ اس سے الفاظ بھی ٹھیک طرح ادا نہیں ہو پارہے تھے۔

فہد نے اپنی بیوی کی یہ حالت دیکھی تو شدید بے بسی سے اس کے آنسو نکل آئے۔ اور پھر وہ اپنے آنسوؤں کو کنٹرول نہیں کر پایا اور وہ بہتے چلے گئے۔

ساجد نے بالکل وہی راستہ اختیار کیا تھا جس طرف کارخ حماد نے کیا تھا۔ وہ گرتا پڑتا سفر کرتا رہا اور چلتا رہا۔ اس میں چلنے کی سکت بالکل بھی نہیں رہی تھی۔ لیکن وہ چلتا رہا، چلتا رہا، اور چلتا ہی رہا۔

یہاں تک کہ اس نے وہ اونچا ٹیلا بھی پار کر لیا جہاں سے حماد گزرا تھا، اور جس کے بار جما ہوا دریا تھا۔

شدید نقاہت اور کمزوری کی وجہ ٹیلے سے اترتے وقت اسے چکر آ گئے۔ اور وہ لڑھکتے ہوئے نیچے گرنے لگا۔ اب وہ لڑھکنا بند ہو چکا تھا اور

جھے ہوئے دریا پر لیٹا تھا۔ کچھ دیر تک وہ یونہی لیٹا رہا۔ اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی، اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ نقاہت اس قدر زیادہ ہو چکی تھی کہ اس میں اب اٹھنے کی بھی سکت نہیں بچی تھی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے ہر چیز دھندلا رہی تھی، لیکن کسی ناکسی طرح اس نے کروٹ تبدیل کی

اور جیسے ہی اس نے کروٹ تبدیل کی اسے دھندلی آنکھوں سے مچھلیوں کا ایک ڈھیر نظر آیا۔

ایک لمحے کیلئے اسے خیال آیا کہ اس کا ذہن اب ٹھیک سے کام کرنا چھوڑ چکا ہے۔ اس ویرانے میں بھلا کون اس کیلئے مچھلیوں کا ڈھیر چھوڑ کر جاسکتا تھا۔

اس نے اچھی طرح اپنی آنکھیں ملی۔ اور دیکھا۔ لیکن اب بھی وہی منظر اس کے سامنے تھا۔

اس نے خود کو چٹکی بھی کاٹ کر دیکھی لیکن جو اس نے دیکھا وہ ہم نہیں تھا حقیقت تھی

ہاں وہ ٹھیک اسی جگہ گرا تھا جہاں پر 'کیپٹن حماد ان کیلئے مچھلیوں کی صورت میں زندگی کا سامان چھوڑ گیا تھا "

ساجد بے اختیار اپنے رب کا شکر بجالایا، اور بے صبری سے مچھلی کھانے لگا۔ وہ دو روز سے بھوکا تھا چنانچہ سیر ہو کر کھانے لگا۔

اس وقت اسے یہ "کچی مچھلی" دنیا کی بہترین اور لذیذ ترین شے لگ رہی تھی

اس نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور پھر برف پر چت لیٹ گیا۔ مچھلی نے اس کے اندر زبردست توانائی بھردی تھی

وہ کچھ دیر یونہی لیٹا رہا اور پھر ایک نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ اٹھ کر مچھلیاں اپنے بیگ میں بھرنے لگا۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ جہاز میں موجود لوگ بھوک کی کس نہج پر پہنچ چکے ہونگے۔ چنانچہ اس نے مچھلیاں بیگ میں بھر کر اپنے ہاتھ دھوئے جہاں سے برف ٹوٹ کر سوراخ ہو گیا تھا

اس کے بعد اس نے بیگ کندھوں پر لٹکایا اور واپس چل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی اور امید کی چمک تھی کہ اب جہاز پر موجود لوگوں کی زندگیاں بچ جائیں گی

حماد اس غارتگ آ یا تو صرف رات گزارنے کیلئے تھا لیکن جب اس نے یہاں برفانی آدمی کو دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ قدرت نے اسے ایک انتہائی شاندار موقع فراہم کر دیا تھا۔

ماہرین جس بات کا کھوج لگانے اور ثبوت ڈھونڈنے کیلئے اپنا بے شمار سرمایہ اور سالوں لگانے کے بعد بھی پتا نہیں لگا پائے، برفانی آدمی جو کہ کئی دہائیوں سے ماہرین کیلئے ایک معمہ بنا ہوا تھا، اب وہی معمہ جیتی جاگتی صورت میں اس کے سامنے تھا۔

کیپٹن حماد کے دل میں شدید ترین خواہش ابھری کے کاش اس کے پاس کیمرہ ہوتا تو وہ برفانی آدمی کی تصویریر لے سکتا تھا۔

پتا نہیں کیوں لیکن کیپٹن حماد کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ سرنگ تو صرف بر فانی آدمی کی رہاں گاہ تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے۔ بلکل
اسی طرح جیسے راہداریاں ہوا کرتی ہیں

حماد چلتا رہا اور جب سرنگ کا اختتام ہوا تو اس نے اپنے آپ کو ایک بڑے سے ہال میں پایا۔ ہال بلکل صاف ستھرا تھا۔ جو آگے جا کر مزید
حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ کچھ ہی دور اسے پانی کا ایک تالاب سا نظر آیا۔ کیپٹن حماد نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو حیرت انگیز طور پر وہ بلکل تازہ
پانی کی طرح تھا۔ جس طرح تازہ پانی زمین سے نکلتے وقت ہلکا سا گرم ہوتا ہے۔

ابھی تک کیپٹن حماد کو یہاں کوئی ذی روح نظر نہیں آیا تھا۔ اچانک حماد کی نظر دیوار میں موجود ایک خلاء کی طرف پڑی۔

خلاء کی لمبائی اور چوڑائی کسی درمیانے سائز کی لفٹ جتنی تھی، جو کہ عام طور پر اونچی بلڈنگوں میں لگی ہوتی ہیں۔ حماد آگے بڑھتا ہوا
اس لفٹ نما خلا میں داخل ہوا تو اس نے اپنے دائیں طرف تقریباً ایک دروازے کی سائز کا پتھر کا سلیپ نظر آیا۔ سلیپ سے دروازے کا کام
لیا گیا تھا۔

حماد نے اسے ہاتھ لگایا وہ انتہائی شدید ترین ٹھنڈا تھا جیسے اسے اندر برف سے بھر دیا گیا ہو۔

کیپٹن حماد نے اس دروازے نما سلیپ کو ہلانے کی کوشش ضرور کی۔ لیکن۔۔۔۔۔ ٹنوں وزنی اس سلیپ کو ہلانا اس کے بس کی بات
نہیں تھی۔

ایک بار اس نے کہیں پڑھا تھا کہ بر فانی آدمی اپنی مہینوں کی خوراک ایک ساتھ ہی ذخیرہ کر لیتا ہے۔ اور شاید یہ بھی ریفریجیٹر ٹائپ کی
کوئی چیز ہو، جہاں بر فانی آدمی اپنی خوراک جمع کر کے اسے برف سے بھرنے کے بعد اس پتھر کے سلیپ سے بند کر دیتا ہو۔ اس طرح
اس کی خوراک ایک لمبے عرصے کیلئے محفوظ ہو جاتی ہوگی۔

بہر حال یہ صرف حماد کے اندازے ہی تھے، اور حقیقت اس کے برعکس بھی ہو سکتی تھی۔ اور یہ حقیقت تب ہی سامنے آ سکتی تھی جب
وہ سلیپ ہٹتا، اور اسے ہٹانا حماد کیلئے ممکن نہیں تھا۔

وہ اس سلیپ پر، پر تجسس انداز میں نظر ڈالتا ہوا لفٹ نما خلا سے باہر آ گیا۔

خوش قسمتی سے اسے برفانی آدمی کے کچھ بال ایک جگہ پڑے ہوئے مل گئے۔ جن سے اس کا ڈی این اے با آسانی مل سکتا تھا۔ کیپٹن حماد نے بالوں کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

اصولی طور پر اب اسے اپنے آپ کو مزید خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے تھا اور باہر واپس آ جانا چاہئے تھا۔

لیکن اس پر ایسا تجسس سوار ہوا کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ یہاں کے بارے میں مزید جاننا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے برفانی آدمی یہاں اکیلا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی مادہ کی موجودگی بھی لازم تھی۔ اور عین ممکن تھا کہ یہاں برفانی آدمی کا کوئی چھوٹا سا بچہ بھی موجود ہوتا

بس انہی باتوں کی وجہ سے وہ یہاں مزید وقت گزارنا چاہتا تھا۔

ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ کس طرف کارخ کیا جائے کہ تب ہی اسے برفانی آدمی کے قدموں کی وہی مخصوص قسم کی دھمک سنائی دی اور اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ حماد جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اور سانس حلق میں آٹکی تھی۔

اس نے گھوم کر پیچھے دیکھا تو اس سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر کھڑا برفانی آدمی اسے شعلہ برساتی ہوئی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ ساجد جہاز کے پاس پہنچ چکا تھا۔ وہاں ناہید سمیت ہر کسی کی حالت مخدوش تھی "

۔ سوائے سیٹھ چھا بڑی والا اینڈ کمپنی کے، جو رات کو جی بھر کے مردہ انسان کا گوشت کھا چکے تھے "

وہ لوگ سب سے الگ تھلگ بیٹھے تھے۔ اور آپس میں کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے۔

ساجد اس سب صورتحال پر نظر ڈالتا ہوا اسیدھا جہاز کے کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ وہاں پائلٹ والی سیٹ پر ناہید آنکھیں بند کیئے نیم دراز " تھی۔

نقاہت اور کمزوری اس کے چہرے سے پوری طرح عیاں تھی۔

ناہید، ناہید۔۔۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟ "

سب ٹھیک ہو جائے گا ناہید، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ابھی آیا۔ ساجد نے کہا اور مچھلی والا بیگ اٹھائے کچن کی طرف بڑھ گیا۔

کچن میں آکر اس نے بیگ سے مچھلی نکالی اور اسے آگ پر بھوننے لگا۔ جب مچھلی اچھی طرح بھن گئی تو اس نے کچن کا دروازہ کھولا۔ اور

کچھ دیر بعد وہ ناہید کو وہاں لے آیا۔

جب ناہید نے بھنی ہوئی مچھلی دیکھی تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ بھوک نے اسے تقریباً مرنے کے قریب پہنچا دیا تھا۔ وہ فوراً مچھلی کی طرف لپکی۔

آرام سے آرام سے۔۔۔۔۔ دودن سے کچھ ناکھانے کی وجہ سے معدہ بالکل خالی ہے اور وہ ریکشن کر سکتا ہے۔ اطمینان اور سکون سے " کھاؤ۔ ساجد نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا

بات ناہید کی سمجھ میں آگئی اور وہ آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ دو دن بعد کھانے کا نوالہ منہ میں گیا تو اس کے جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ پوری مچھلی ختم کر چکی تھی۔

اب وہ خود کو زندہ محسوس کر رہی تھی

اس کی نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ دل میں سوچنے لگی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو روز کن کن نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن انسان بہت ہی ناشکر واقع ہوا ہے۔ وہ عام حالات میں اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے۔ اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اور صرف اپنی محرومیوں کو روتا ہے۔ اور جو نعمتیں اللہ نے پہلے سے اسے دے رکھی ہوتی ہیں انسان ان کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اور جب وہ وقتی طور اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے تو ایک چھماکے سے انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

عام حالات میں گھر میں موجود روٹی کو کچھ خاص نہیں سمجھتا لیکن اس وقت اگر کوئی جہاز میں موجود ان لوگوں سے پوچھتا تو وہ اسے بتاتے کہ روٹی جو روزہم کھاتے ہیں وہ کتنی بڑی اور عظیم نعمت ہے۔

اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟

ناہید انہی خیالات میں گم تھی کہ ساجد کی آواز نے اسے ان خیالات سے باہر آنے پر مجبور کر دیا۔

جی اب بہت ہشاش بشاش محسوس کر رہی ہو خود کو۔۔۔ ناہید نے جواب دیا۔

گڈ اب باقی مچھلیوں کو بھوننے میں میری مدد کرو ہم نے باقی لوگوں کو بھی کھانا دینا ہے۔ ساجد نے کہا "

جی جی سر ضرور۔۔۔۔۔ ناہید نے کہا اور وہ مچھلیاں بھوننے میں مصروف ہو گئے "

ناہید کے ذہن میں یہ سوال موجود تھا کہ ساجد کو اتنی ساری مچھلیاں کہاں سے ملی۔ لیکن یہ وقت سوال و جواب کا نہیں تھا انہیں جلد " از جلد مچھلیاں تیار کرنی تھی۔ بہت ساری زندگیوں کا سوال تھا۔ یہ بات وہ ساجد سے بعد میں بھی پوچھ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

حماد کو برفانی آدمی چلنے کی مخصوص دھمک سنائی دی اور اچانک حماد کو اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ حماد کو اچانک سنگین خطرے کا احساس ہوا۔ اور اس کی سانس حلق میں آٹکی تھی۔ کچھ لمحات تک وہ اپنی جگہ جوں کا توں ساکت رہا۔ لیکن پھر اچانک اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، تو اس سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر برفانی آدمی کھڑا اسے شعلہ برساتی ہوئی نظروں سے گھور رہا تھا۔ موت اس کے سامنے کھڑی تھی۔

حماد چاہے کتنا ہی نڈر اور بلند حوصلہ نوجون سہی لیکن وہ برفانی آدمی جیسی جناتی طاقت رکھنے والی مخلوق کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حماد کی پوری کوشش تھی کہ برفانی آدمی کو اس کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا احساس نہ ہو۔ اور حماد نے ابھی تک ایسی کوئی حرکت بھی نہیں کی تھی۔

حماد اور برفانی آدمی دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہے تھے

برفانی آدمی کا اچھل کر ایک زبردست قسم کا مکا اس جگہ پر پڑا جہاں چند لمحات پہلے کیپٹن حماد کھڑا تھا۔ برفانی آدمی کے انداز میں اتنی طاقت اور پھرتی تھی کہ حماد بڑی مشکل سے چھلانگ لگا کر اپنی جان بچا پایا تھا۔

ابھی حماد چھلانگ لگا کر سنبھل بھی ناپایا تھا کہ برفانی آدمی نے اپنا پہلا وار خالی جانے کے بعد انتہائی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی ماہر فٹبالر کی طرح کیپٹن حماد کی طرف دوڑ لگادی۔ وہ ٹھوکر مار کر کسی فٹبال کی طرح کیپٹن حماد کو ہوا میں اڑا دینا چاہتا تھا۔ برفانی آدمی جس خوفناک انداز میں بھاگ رہا تھا اس کی ٹھوکر اگر حماد کو لگ جاتی تو حماد کی ساری پسلیاں ٹوٹ کر اس کے گوشت میں گھس جاتیں۔

برفانی آدمی نے آندھی طوفان کی طرح ایک طاقتور ٹھوکر حماد کی پسلیوں میں رسید کر دی۔

لیکن یہ کیا اگر وہ اتنی آسانی سے مار کھا جاتا تو اسے کیپٹن حماد کون کہتا۔ حماد نے بالکل آخری لمحے پر قلابازی کھائی تھی۔ قلابازی کھانے کی وجہ سے وہ برفانی آدمی کی جناتی قسم کی ٹھوکر سے بچ گیا تھا۔

برفانی آدمی کا وار بہت ہی قریب سے خالی گیا تھا۔ حماد نے اس موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اچھل کر اپنی دونوں پاؤں کو جوڑتے ہوئے فلائنگ کلک برفانی آدمی کو رسید کر دی۔

برفانی آدمی پر اس فلائنگ کلک کا اثر کم جبکہ وار خالی جانے کی وجہ سے اپنی ہی جھونک میں سامنے غار کی دیوار سے ٹکرانے کا نقصان زیادہ ہونا تھا۔

لیکن حماد کی حیرت کی انتہا نارہی جبکہ برفانی آدمی نے فلائنگ کلک اور اپنی ہی جھونک میں آگے بڑھنے کے باوجود غار کی دیوار کے بالکل قریب پہنچ کر بالکل مشینی انداز میں خود کو بریک لگا لیا۔

یہ مظاہرہ کیپٹن حماد جیسے شخص کیلئے بھی انتہائی حیران کن اور متاثر کن تھا اور ساتھ "پریشان کن" بھی تھا۔

جس رفتار سے برفانی آدمی بھاگا تھا اس رفتار میں غار کی دیوار کے بالکل قریب پہنچ کر اچانک رک جانا۔ ناممکن حد تک مشکل کام تھا۔ لیکن اس ناممکن کام کو ممکن بنانے کا مظاہرہ برفانی آدمی حماد کے سامنے کر چکا تھا۔

حماد سنبھل چکا تھا۔ جبکہ اپنے دوز بردست وار خالی جانے کے بعد برفانی آدمی بھی ہلکا سا محتاط ہو چکا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں ایک دوسرے کو پھر لگا رہے تھے

برفانی آدمی نے ایک بار پھر حملہ کر دیا۔ لیکن اس بار اس نے طاقت اور پھرتی کے ساتھ ساتھ ایسی چال چلی کہ جسے حماد سمجھنے سے قاصر رہا۔

برفانی آدمی نے حملہ کرتے وقت دائیں طرف سے چھلانگ لگائی۔ جسے حماد نے بھانپ لیا اور وار سے بچنے کیلئے بائیں طرف جھکائی دی۔ لیکن تب ہی برفانی آدمی نے بھی بجلی کی سی پھرتی سے اپنا رخ بدلا اور بائیں طرف سے برفانی آدمی کا ایک جناتی طاقت والا تھپڑ حماد کے منہ پر پڑا۔ حماد کی آنکھوں کے سامنے تارے گھوم گئے۔ وہ اچھل کر کچھ فٹ دور گرا تھا۔ وہ اٹھ کر ابھی اس افتاد سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ برفانی آدمی نے اسے پکڑ کر غار کی دیوار پر دے مارا۔

حماد چند لمحوں تک ہوا میں معلق رہا۔ اور پھر دھپ کی آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔

حماد اپنی پائلٹ تربیت کی وجہ سے اپنے حواس برقرار رکھنے میں کامیاب رہا تھا

وہ کمر کے بل دیوار سے ٹکرایا تھا جبکہ اپنے سر کے کچھ حصے کو اس نے ہاتھوں سے کور کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب رہا " تھا۔

حماد دیوار سے ٹکرا کر گر چکا تھا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ کھانس رہا تھا

اس نے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہا اور لڑکھڑا کر واپس نیچے گر پڑا۔ برفانی آدمی کے قدموں کے آہٹ اب دوبارہ قریب آرہی تھی

اور حماد بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اور آخر کار وہ اٹھنے میں کامیاب رہا۔ لیکن تب ہی برفانی آدمی نے ایک مکا اس کے چہرے پر رسید کر دیا۔ اور ایک لات بھی پیٹ میں ماردی۔

حماد اب بیہوش ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا

برفانی آدمی نے اسے اٹھا کر ایک بار پھر ہال کے دوسرے حصے کی جانب اچھال دیا

کیپٹن حماد میں اب بالکل بھی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن برفانی آدمی شدید غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔

کیپٹن حماد نے آخری بار برفانی آدمی کی آنکھوں میں دیکھا۔ کیپٹن حماد کو ایسا لگا جیسے وہ اب حماد کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔

حماد اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ برفانی آدمی کے اس قدر شدید غصے کی وجہ یہ تھی کہ یہاں سے صرف تھوڑے سے فاصلے پر برفانی آدمی کا بچہ موجود تھا۔ برفانی آدمی کو اسی بات کا سب سے زیادہ غصہ تھا

برفانی آدمی جس نے صدیوں گزر جانے کے باوجود اپنی گرد تک بھی انسان کو پہنچنے نہیں دیا تھا۔ اب ایک انسان اس کے گھر میں، بلکہ اس کے بچے تک پہنچ چکا تھا۔ اور یہ بات اس کیلئے قطعی ناقابل قبول تھی۔

حماد اس بات سے بھی بے خبر تھا جس برفانی آدمی سے اس وقت وہ نبر آزما تھا، وہ برفانی آدمی کی مادہ تھی۔ یعنی اس بچے کی ماں۔ اور وہ تب سے ہی حماد کی نگرانی کر رہی تھی جب حماد اس غار میں داخل ہوا تھا۔

اور اس وقت جہاں کیپٹن حماد انجانے میں پہنچ گیا تھا یہ ایک طرح سے ریڈ زون تھا

باہر کا کوئی جاندار یہاں پر بھی نہیں مار سکتا تھا اور حماد تو پھر انسان تھا

یتی "نے آخری خون خوار نظر کیپٹن حماد کے خون آلود چہرے پر ڈالی۔ اور ایک بڑا سا پتھر اپنی بھرپور قوت کے ساتھ حماد کی طرف " دے مارا۔

یتی "نے غصے میں بھی کافی ذہانت سے کام لیا تھا۔ اس نے پتھر براہ راست حماد پر نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ اس پتھر کی بڑی سی چٹان پر " پھینکا تھا۔ جو کہ غار کی دیوار سے کسی شاخ کی طرح اگ کر ٹھیک کیپٹن حماد کے سر کو اوپر پہنچ رہی تھی۔ "یتی" کا پوری وقت سے پھینکا گیا پتھر شاخ نما چٹان کی جڑ پر پڑتا اور، چٹان کیپٹن حماد کا کچھ مر نکال دیتی اور اس کی ہڈیوں تک کا سرمایہ بن جاتا تھا۔

جس طرح سے حماد کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ اسی طرح روشنی کی ایک کرن اس کے ذہن میں نمودار ہوئی اور اس کا دماغ جاگتا گیا۔

اسے ہوش آرہا تھا۔ اس کے ذہن میں بیہوش ہونے سے پہلے کا آخری منظر گھوم گیا۔ جب اس کی "یتی" سے خوفناک قسم کی لڑائی ہو رہی تھی۔ حماد کو بری طرح چوٹیں آئیں تھی لیکن وہ بالکل آخری لمحات پر خود کو اور "یتی" کے چھوٹے سے بچے کو بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ نجانے کتنی دیر تک یا دن تک وہ بیہوش رہا تھا اور اب اسے ہوش آیا تھا۔

اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھول دیں۔

وہ کسی جانور کی گدے نما کھال پر لیٹا تھا۔

اور اس کے پاس ہی تین "یتی" موجود تھے

جن میں سے ایک نر اور مادہ تھی جبکہ ایک ان دونوں کا معصوم سا بچہ تھا۔ جو بغیر پلکیں چھپکائے کیپٹن حماد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حماد نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن تب ہی درد کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اور وہ بے انتہاء ضبط کے باوجود کراہ اٹھا

تب ہی نر "یتی" اس کے قریب آیا اور اس طرح اشارہ کرنے لگا جیسے اسے لیٹے رہنے کی تاکید کر رہا ہو۔ اس کے بعد وہ ایک بڑے سے پیالے میں تازہ پانی بھر کے لے آیا۔ اور حماد کو پیش کر دیا۔

کیپٹن حماد "چند لمحے کچھ سوچتا رہا جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ پانی کا پیالہ لے یا نالے"

بالآخر اس نے ہاتھ آگے بڑھادیا اور پانی کا پیالہ لے لیا۔

حماد نے سر پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہاں باقاعدہ طور پر پٹی کی گئی تھی۔

حماد کو انتہائی شدید حیرت ہوئی کہ برفانی آدمی پاس یہ پٹی، پیالہ اور یہ سب سامان کیسے اور کہاں سے آگیا

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ برفانی آدمی سے پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے وہ اس کی زبان نہیں جانتا تھا۔
کیپٹن حماد نے پیالہ منہ سے لگا لیا اور گھونٹ گھونٹ کر کے پینے لگا۔

پانی پینے کے بعد اسے کافی سکون ملا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہاں تازہ پانی کیسے اور کہاں سے آرہا ہے۔ یہاں بہت ساری چیزیں پر اسرار تھیں۔

پانی کا پیالہ پیش کرنے کے بعد نریتی نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ کیپٹن حماد نے ایک سرسری سی نظر مادہ بتی کی طرف ڈالی۔ جس نے اسے مار مار کر اس حال تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن اس باریتی کی آنکھوں میں دشمنی کے بجائے تشکر کے تاثرات تھے۔ شاید اس لئے کیونکہ کیپٹن حماد نے اس کے بچے کو بچا لیا تھا۔

اس نے اپنی زبان میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے حماد اس کی زبان کیسے سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے تاثرات، ہاوبھاو، اور اشاروں سے اتنا تو وہ ضرور سمجھ گیا کہ مادہ بتی اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔

حماد نے یہ دیکھا تو وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ یہ دیکھ کر بتی کے بچے نے بھی ایک معصوم سی قلقاری مار کر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور کیپٹن حماد مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

حماد اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ نریتی اپنے ہاتھوں میں ایک بڑا سا بیگ اٹھائے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور حماد کے آگے رکھ دیا۔

حماد نے بیگ کو بغور دیکھا۔ اسے یہ ویسا ہی بیگ معلوم ہوا جس طرز کا بیگ کوہ پیما استعمال کرتے ہیں جب انہیں کسی بلند ترین پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنے کی مہم درپیش آتی ہے۔

یہ بیگ ایک مخصوص اور انتہائی اچھی کوالٹی کے میٹیریل سے بنا ہوتا ہے۔ جس میں کوہ پیماؤں کا ضروری ساز و سامان، ادویات وغیرہ، ٹن پیک خوراک جو کہ سالہا سال تک خراب نہیں ہوتی اس کے علاوہ ان کے پاس رابطے کیلئے مواصلات کے آلات بھی اسی بیگ میں ہوتے تھے۔

کیپٹن حماد نے بیگ کو کھولنے سے پہلے اچھی ٹول کر دیکھا۔ اسے اس بیگ پر نیپالی جھنڈے کا سٹیکر بھی نظر آیا۔
یعنی یہ تو طے تھا کہ یہ بیگ کسی نیپالی کو ہپیما کا تھا۔"

جہاں تک سوال تھا کہ یہ بیگ تیتی کے پاس کیسے پہنچا تو اس کے بارے میں کیپٹن حماد کا خیال یہ تھا کہ چونکہ تیتی بلند ترین بر فلیلی اونچائیوں کا باسی تھا۔ چنانچہ عین ممکن تھا کہ تیتی کو یہ بیگ کسی مردہ کو ہپیما کے پاس پڑا ملا ہو جو اپنی کسی مہم کے دوران کسی وجہ سے موت کا شکار ہو گیا تھا۔

اس سوچتے ہوئے اس کا خیال پاکستان مشہور کوہ پیما سد پارہ کی طرف چلا گیا۔ وہ بھی اسی طرح "کے ٹو" کو سر کرنے کی مہم کے دوران "کسی حادثے کی وجہ سے موت کا شکار ہو گیا تھا اس کے ساتھ دو مزید لوگ تھے جن کی لاش آج تک نہیں مل سکی تھی۔
کوہ پیماؤں کو اکثر ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب انہیں پہاڑوں کی اونچائیوں پر کوہ پیماؤں کی لاش پڑی مل جاتی ہیں۔ لیکن وہ انہیں نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ اتنی بلندی سے لاش کو واپس لانا ناممکن ہوتا ہے۔
انہیں باتوں کو سوچتے ہوئے اس نے بیگ کی زپ کھول دی۔ اس میں سب سے اوپر اسے وہی میڈیکل کاسمان نظر آیا جس کی مدد سے برفانی آدمی نے کیپٹن حماد کی مرہم پٹی کی تھی۔

اب حماد کی سمجھ میں آ گیا کہ تیتی کے پاس یہ سب سامان کہاں سے آیا تھا۔
بیگ میں حماد کو دیگر چیزوں کے علاوہ ٹن پیک خشک خوراک، ادویات، اور ٹرانسمیشن کاسمان بھی ملا تھا۔
یہ سب چیزیں حماد کی سوچ سے بھی زیادہ اہم تھیں۔ ایک طرح سے اسے یہ غیبی مدد ملی تھی۔
حماد نے تیتی کے بچے کو بچا کر جونیک کی تھی شاید اسی کا صلہ مل رہا تھا۔
حماد نے سب سے پہلے کچھ ادویات لی جن کی اسے اس وقت اشد ضرورت تھی۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹن کھول کر خوراک کھانا شروع کر دی۔ جس نے اسے بے حد طاقت بخشی۔ یہ خوراک کوہ پیماؤں کیلئے خصوصی طور پر تیار کی جاتی تھی۔ جس میں ایسے اجزاء کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا جو ہزاروں فٹ کی بلندیوں پر کوہ پیماؤں کو فٹ رکھنے میں مدد دیں۔

ادویات اور خوراک لینے کے بعد اس کی حالت میں بہت زیادہ بہتری آگئی تھی۔ ادویات بہت کارآمد ثابت ہوئی اور اس نے فوری اثر کیا۔

شام تک کیپٹن حماد کے جسم میں درد کی لہر بہت کم ہو چکی تھی اور وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔
یتی اب بہت ہی دوستانہ انداز میں پیش آرہا تھا اور حماد کا بہت خیال رکھ رہا تھا۔
اگلی صبح حماد واپس جانے کیلئے تیار تھا۔

لیکن ابھی وہ اس قابل نہیں ہوا تھا کہ وہ اتنے سامان کے ساتھ اتنا لمبا سفر طے کر سکتا۔
یتی نے اپنی زبان میں کچھ کہا اور کچھ اشارے کرنے لگا۔

حماد صرف اتنا سمجھ پایا کہ وہ اسے ابھی ناجانے کا کہہ رہا ہے اور کچھ وقت انتظار کرنے کا کہہ رہا ہے۔ چنانچہ حماد نے اس کی بات مان لی اور ابھی واپسی کا ارادہ ترک کر دیا۔

دن بھر تیتی کا بچہ اس کے ساتھ رہا۔ اس کو حماد ایک انسیت سی ہو گئی تھی۔ وہ بہت پیارا تھا۔

اس کی گردن پر سرمئی اور سرخی مائل بال بہت بھلے لگتے تھے۔ حماد اس کی گردن پر ہاتھ پھیرتا رہتا تھا اور وہ اس سے کھیلتا رہتا تھا۔

اندھیرہ پھیلتے ہی تیتی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس بات کا اشارہ تھا کہ یہ روانگی کا اب صحیح وقت ہے۔

برفانی آدمی نے اس کا بیگ اٹھالیا اور حماد کو اپنی پیٹھ پر سوار ہونے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن حماد اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے پکڑ لیا۔

آٹھ فٹ اونچا اور ٹنوں وزنی برفانی آدمی اب روانگی کیلئے تیار تھا۔

حماد نے بتی کے بچے کو آخری بار پیار کیا اور اس کے ساتھ ہی ان کی واپسی کا سفر شروع ہو گیا

برفانی آدمی نے پہلے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا اور اس کے بعد اس کی رفتار حیران کن حد تک بڑھتی گئی۔ وہ حیرت انگیز رفتار اور پھرتی سے بھاگ رہا تھا

کئی ایک جگہ پر اس نے انسانوں کی طرح چھلانگیں بھی لگائیں۔ کیپٹن حماد گایے بگا ہے اسے راستہ بھی بتاتا جا رہا تھا۔

جن بلند و بالا برفیلے ٹیلوں پر چڑھتے اترتے حماد کو دانتوں پسینہ آگیا تھا۔ ان پر برفانی آدمی اتنی آسانی سے دوڑ کر چڑھ اور اتر رہا تھا جیسے یہ اس کیلئے کوئی مسئلہ ہی ناہو۔

بالا آخر وہ جہاز کے بلے کے قریب پہنچ چکے تھے

یہاں پہنچ کر وہ ایک ٹیلے کی آڑ میں پہنچ کر رک گیا۔ اور حماد کو نیچے اتار اس انداز میں کھڑا ہو گیا جیسے زبان حال سے کہہ رہا ہوں اس سے آگے جانا میرے لیے ممکن نہیں

کیپٹن حماد جانتا تھا کہ بتی باقی انسانوں کی نظروں کی سامنے نہیں آنا چاہتا۔ اسی لیے وہ یہاں تک پہنچ کر رک گیا تھا۔ حماد نے برفانی آدمی "کو گلے لگایا اور بیگ اٹھائے جہاز کی سمت چل پڑا۔

رات کے وقت خون جمادینے والی ٹھنڈ تھی۔ اس لیے اسے جہاز کے باہر کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔

البتہ اسے ان کی لاشیں ضرور نظر آگئی جو برف کھانے پر پیٹ میں انفیکشن ہونے اور بروقت علاج ناہونے کی وجہ سے مر گئے تھے۔

حماد مرنے والوں پر افسوس کرتا ہوا جہاز کے اندر داخل ہو گیا۔ "کیپٹن حماد" کے خیال میں برفانی آدمی بھی جاچکا ہو گا لیکن ایسا نہیں تھا۔

برفانی آدمی کیپٹن حماد کی توقع سے بڑھ کر اس کا احسان مند تھا۔ اور وہ حماد کی توقع سے بڑھ کر ہی "کیپٹن حماد کا احسان اتارنا چاہتا تھا۔

اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا تھا جب کیپٹن حماد جہاز کے دیگر لوگوں کے ساتھ یہاں سے باحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو جاتا۔

اور اس وقت برفانی آدمی جہاز کی آس پاس کی موجود تھا اور اس مسئلے کا حل سوچنے میں مصروف تھا۔

برفانی آدمی یہیں کا باشندہ تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہاں سے زمینی راستے سے نکلنا حماد وغیرہ کے لیے ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ یہ

سیکڑوں نہیں ہزاروں سے بھی زیادہ میل کا سفر تھا۔

اب صرف ایک ہی راستہ بچتا تھا۔ جس راستے سے حماد وغیرہ یہاں آئے تھے۔ یعنی بزرگ جہاز۔

جس جگہ پر کیپٹن حماد کا جہاز گرا تھا وہ اگرچہ وہ اپنے روٹ پر اڑتے ہوئے کریش ہوا تھا لیکن۔۔۔۔۔ مسئلہ یہاں پر یہ تھا کہ وہ ہوائی

روٹ یہاں سے کم از کم بھی تین میل دور تھا۔ کیونکہ کریش ہونے سے پہلے جہاز کا سسٹم وغیرہ خراب ہو گیا تھا اور ان کا ایئر ٹریفک

کنٹرولر سے رابطہ بھی ختم ہو گیا تھا اس لیے وہ اپنے اصل ہوائی روٹ کو تین میل میل پیچھے چھوڑ آئے تھے

اور یہی وجہ تھی کہ اتنے دن گزر جانے کے باوجود کوئی جہاز انہیں نہیں دیکھ پایا تھا

یہ "کافی دیر تک جہاز کے ارد گرد ایک مخصوص فاصلے پر منڈلاتا رہا۔ اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے ذہن میں کچھ

حساب کتاب لگا رہا ہوں۔ کافی دیر تک وہ یونہی منڈلاتا اور پھر برقی ٹیلوں کے پیچھے تاریکی میں گم ہوتا چلا گیا۔

کیپٹن حماد کی واپسی ساجد اور خصوصاً ناہید کیلئے انتہائی خوشگوار حیرت آمیز لمحہ تھا "

انہیں اس بات کی بلکل بھی توقع نہیں تھا کہ حماد کی اس طرح اچانک واپسی ہوگی

ساجد آگے بڑھ کر "کیپٹن حماد کے گلے لگ گیا۔

ناہید کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

جب یہ جزباتی لمحات ختم ہوئے تو حماد ان کو اپنے سفر کی پوری داستان سنائی۔ کہ کس طرح وہ یہاں سے نکلا۔ اس پر جے ہوئے دریا کا انکشاف ہوا اور اس نے وہاں سے مچھلی شکار کر کے کھائی اور اپنے پیچھے دیگر لوگوں کیلئے مچھلیوں کا ڈھیر چھوڑ گیا۔ اور کس طرح وہ برفانی آدمی کے غار میں جا گھسا اس سے فائٹ ہوئی، حماد نے اس کے بچے کو بچایا اور کس طرح برفانی آدمی نے اس کی مدد کی یہ تمام روداد کیپٹن حماد نے ان کو سنادی۔ "

وہ دونوں حیرت انگلیاں منہ میں دابے یہ حیرت انگیز اور دلچسپ داستان سن رہے تھے۔ "

اس کے بعد ساجد نے انہیں بتایا کہ کس طرح اسے مچھلیوں کا ڈھیر ملا اور وہ اسے بیگ میں بھر کر یہاں لے آیا۔ اب باری ناہید کی تھی۔ اس کیپٹن حماد کے یہاں سے جانے سے لے کر اب تک کے تمام واقعات حماد کے سامنے رکھ دیئے ان سب کے ساتھ اب تک پیش آنے والا ایک ایک واقعہ تجسس اور دلچسپی سے بھرپور تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سخت سردی میں آگ کے گرد بیٹھے لوگوں کو کوئی عظیم داستان گو ایک کہانی سنارہا ہو۔ اس کے بعد وہ تینوں مل کر بیگ میں موجود ان آلات کا جائزہ لینے لگے۔ جو کہ رابطے کیلئے استعمال ہوتے تھے۔

کافی دیر تک وہ ان آلات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس وقت تو یہ آلات جام ہیں لیکن تھوڑی سی تکنیکی محنت کے ساتھ ان آلات کو استعمال کے قابل بنایا جاسکتا تھا۔

طے یہ پایا کہ ابھی تو چونکہ سب سو رہے ہیں لہذا صبح کو جہاز میں کسی ایسے شخص کو ڈھونڈا جائے جو اس قسم کے تکنیکی معاملات کا ماہر ہو۔

بالا آخر صبح انہیں ایک شخص ایسا مل ہی گیا جس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اس پر و بلم کو حل کر سکتا تھا ہے۔

کیپٹن حماد اور ساجد نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ٹرائی کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ "

چنانچہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ ہوا اور اس شخص کو کاک پٹ میں لا بٹھایا گیا اور آلات اس کے سامنے رکھ دیئے۔

یہ دبلا پتلا سادھیڑ عمر شخص تھا جس کا یہ دعویٰ تھا کہ الیکٹریکل انجنیر ہے۔

اس شخص نے بائیں ہاتھ کی انگلی سے اپنی عینک کو سیدھا کیا، آنکھیں سکیڑ کر آلات کو دیکھا اور پھر اپنے کام میں جت گیا

۔ کیپٹن حماد "کی واپسی نے جہاز کے لوگوں میں امید کی ایک نئی کرن پھونک دی تھی"

کوہ پیما والے بیگ میں کو ادویات کیپٹن حماد ساتھ لایا تھا ان سے ان لوگوں کا بھی علاج کیا گیا کیپیٹ میں انفیکشن ہونے کی وجہ سے حالت

مخدوش تھی۔ ادویات ملنے سے ان کی حالت میں بہتری پیدا ہوئی تھی اور اب وہ بہتری کی جانب گامزن تھے

فہد اور نوشین کو بھی ایک نئی زندگی مل گئی تھی۔ کافی وقت بعد اب جہاز میں موجود لوگوں کے چہروں مسکراہٹ دکھائی دینے لگی تھی۔

رات کو جب وہ لوگ الاؤ کے گرد بیٹھے تھے تو پہلی بار نوشین "کیپٹن حماد" سے مخاطب ہوئی۔

میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہو حماد بھیا، آپ ایک بہت ہی با حوصلہ، بہادر، اور اچھے انسان ہیں۔"

جس طرح آپ نے لوگوں کو سنبھالا وہ قابل تحسین ہے، کیوں فہد۔۔۔۔۔ نوشین نے جملے کے آخر میں اپنے شوہر فہد کو مخاطب کیا۔

یقیناً یقیناً، کیپٹن حماد جیسے فرض شناس، با حوصلہ اور اچھے انسان کم ہی پائے جاتے ہیں۔ جو اپنے سے زیادہ دوسروں کی زندگی کو اہمیت دیتے ہیں۔ فہد نے نوشین کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، بطور فلائٹ کیپٹن یہ میری ذمہ داری تھی۔ جسے میں نے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اور ابھی یہ "

ذمہ داری پوری مکمل نہیں ہوئی۔ یہ تب پوری ہوگی جب میں آپ سب لوگوں کو باحفاظت آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔" کیپٹن حماد نے

کہا۔ آگ کی روشنی میں چمکتے اس کے چہرے پر ایک عاجزانہ مسکراہٹ تھی۔

ناہید سسٹر اور ساجد بھیا نے بھی بہت اچھا کام

وی پروڈاف یو "نوشین نے کہا اور وہ لوگ مسکرا دیئے۔"

یہ محفل کافی دیر چلتی رہی اور پھر سب ایک ایک کر کے سونے کے کیلئے چلتے بنے۔

حماد "خاموشی سے برفیلے ٹیلے کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ جہاں متوقع طور پر برفانی آدمی اس کا منتظر تھا۔"

وہ اپنے ساتھ درخت کے کئی تنے اٹھالیا تھا۔ جنہیں ہلا ہلا کر جڑ سے اکھاڑ لیا گیا تھا۔

برفانی آدمی اشاروں سے حماد کو کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن اس بار حماد واقعی اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ جب کافی دیر تک حماد اس کی بات نا سمجھ پایا تو اس نے بے بسی سے حماد کی طرف دیکھا۔ اور پھر بلا آخر ایک درخت کے تنے کو اٹھا کر محتاط انداز میں آگ کے الاؤ کے گرد پہنچ گیا۔ جو کہ اب تقریباً بجھنے ہی والا تھا۔

سب لوگ جہاز کے اندر جا چکے تھے اس لئے کوئی بھی برفانی آدمی کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

اب دوبارہ برفانی آدمی اشاروں سے حماد کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

تب حماد کی سمجھ میں آیا کہ برفانی آدمی درخت کے ان تنوں کو جلانے کا کہہ رہا تھا لیکن۔۔۔۔۔ آج نہیں کل۔

حماد درخت کے تنوں کا جائزہ لے چکا تھا۔ اور اسے یہ تنے خشک کے بجائے قدرے گیلے محسوس ہوئے۔

اگر ان کو جلایا جاتا تو گیلے ہونے کے باعث یقیناً بہت سارا دھواں پیدا ہوتا۔

تب اچانک کیپٹن حماد کے ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا۔ برفانی آدمی اس درخت سے نکلنے والے دھوئیں کو بطور سگنل کام میں لینا "چاہتا تھا۔"

جب یہ خیال آیا تو حماد نے دل ہی دل میں "ہی" کی ذہانت کی داد دی۔

کچھ دیر بعد ہی وہاں سے چلا گیا۔ یہ بات تو طے تھی کہ یہ درخت زہریلے نہیں تھے کیونکہ ہی یہاں کا باسی تھا اور اس سب کی پہچان اس سے زیادہ کسی کو بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

حماد ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا جہاز میں داخل ہوا اور پھر کاک پیٹ میں داخل ہو گیا۔

وہاں الیکٹریکل انجینئر اپنے ماضی کے کارنامے سنا کر ناہید اور ساجد کو پکار رہا تھا "

کیا ہو رہا ہے بھی "حماد نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔"

"کچھ نہیں بھی ہونا کیا ہے۔ ہم تو ساجد میاں کو اپنی فنی مہارت کے کچھ قصے سن رہے تھے بس

اس کی اس بات پر ناہید ہنس پڑی۔

اچھا بڑے میاں آپ کی فنی مہارت کے قصے بھی سن لیں گے فی الحال تو یہ تو بتائیے کہ جو کام آپ کو سپرد کیا تھا۔ اس کی کیا رپورٹ ہے۔
حماد نے کہا۔

ہم کسی کام کا ذمہ لیں اور وہ پورا نہ ہو۔ نامکن، بخدا یہ ناممکن ہے۔ ایسی چیز تیار کہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ تو عیش عیش کراٹھیں گے۔"
تو پھر لائیے دکھائیے تاکہ ہم بھی عیش عیش کہہ اٹھیں۔ حماد نے ہنستے ہوئے کہا

اس شخص نے ایک آلہ اٹھا کر حماد کے سامنے رکھ دیا

اس سے پندرہ کلو میٹر کے دائرے میں با آسانی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ آگے بھی کوئی ریڈیو یا اسی قسم کا کوئی آلہ موجود ہو۔"
"کیوں کیسی رہی حماد میاں"

ارے بہت خوب رہی بڑے میاں، اگر یہ فارمولہ کام کر گیا تو میرا آپ سے وعدہ ہے کہ مزے دار قسم کی نہاری ضرور کھلاؤں گا آپ
"کو واپس جا کر

ارے واہ یہ ہوئی ناکیپٹنوں والی بات۔ کیپٹن صاحب کی طرف سے نہاری کا انتظار رہے گا۔ اس شخص نے کہا اور سب لوگوں کے
چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اگلی صبح بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ برفانی آدمی صبح ہی اس ہوائی روٹ پر منڈلا رہا تھا جہاں سے ایک فلائٹ نے گزرنا تھا۔ اور یہ جگہ جہاز کے لمبے سے تقریباً 3 میل دور تھی۔

برفانی آدمی کی نظریں دور بین سے بھی تیز تھیں

اس کی آنکھیں اور کان انتہائی چوکنا انداز میں جہاز کے ہوائی روٹ پر فضا میں طواف کر رہی تھی۔ ٹھہلتے ٹھہلتے اچانک وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کے چہرے کے عضلات تن گئے۔ اور اس نے پوری رفتار سے دوڑ لگادی۔ چونک اس نے ہوائی روٹ پر ایک جہاز کو آتے دیکھ لیا تھا۔

ادھر کپٹن حماد تمام آلات اپنے رکھے ہوئے چوکنا انداز میں بیٹھا تھا۔ ساجد کی نظر حماد پر تھی اور کیپٹن حماد کی نظر ایک ٹیلے کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اچانک ایک سفید وجود تیزی سے اس ٹیلے پر ابھرا اور اسی تیزی سے دوبارہ غائب ہو گیا۔

یہ دیکھتے ہی حماد نے ہاتھ ایک مخصوص انداز میں حرکت میں آیا۔ یہ اس کا ساجد کو اشارہ تھا۔

ساجد نے یہ دیکھتے ہی درخت کے تنوں کو آگ لگانا شروع کر دی۔

کچھ ہی دیر میں سیاہ دھواں فضاء میں ابھرنا شروع ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ کی کیپٹن حماد نے اس فلائٹ سے رابطہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

یہ فلائٹ

GKk10

تھی۔ جو یورپ سے مسافروں کو لے کر پاکستان جا رہی تھی۔

اس فلائٹ کے معاون پائلٹ نے سب سے پہلے اس دھوئیں کو دیکھا۔ معاون پائلٹ کیلئے اس علاقے میں دھوئیں کی موجودگی حیرت انگیز تھی کیونکہ اس کے مطابق یہ انتہائی سرد ترین برفیل علاقہ تھا جہاں زندگی بہت ہی مشکل تھی۔

شاید وہ یہ دھوئیں کا سگنل نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتے لیکن تب ہی جہاز کے ریڈیو سے کیپٹن حماد کی آواز ابھرنا شروع ہو گئی۔ اور " وہ دونوں چونک اٹھے۔

ہیلو میں فلائٹ 0906 کا کیپٹن حماد بول رہا ہوں کیا آپ مجھے سن سکتے ہیں "

یہ آواز سنتے ہی وہ دونوں تقریباً چھل ہی پڑے "

کیونکہ یہ حماد کی ایئر لائن کی ہی فلائٹ تھی اور یہ دونوں پائلٹ حماد کو اچھی طرح جانتے تھے۔

فلائٹ 0906 کو بہت تلاش کیا گیا تھا اور آخر کار کیپٹن حماد سمیت تمام مسافروں کو مردہ قرار دے دیا گیا تھا۔ لیکن آج جب اچانک کیپٹن حماد کی آواز سنائی دی تو ان کا اس طرح اچھلنا فطری تھا۔

میں دہراتا ہوں، میں فلائٹ 0906 کا کیپٹن حماد بول رہا ہوں کیا آپ ہمیں سن سکتے ہیں "ریڈیو سے ایک بار پھر کیپٹن حماد کی آواز ابھری۔

اس کی آواز میں آج بھی وہی وقار اور ٹھہرا تھا جو کہ اس کا خاصہ تھا۔

"جی جی سن سکتے ہیں۔ بالکل سن سکتے ہیں کیپٹن حماد"

اس کے بعد اگلے چند منٹوں میں حماد نے ان کو تمام بات اور اپنی لوکیشن سمجھا دی۔

اس کے بعد ان لوگوں نے ہنگامی طور پر کنٹرول روم سے رابطہ کیا اور یہ خبر آنا فنانا پاکستانی میڈیا پر پھیل گئی۔ فوجی امدادی ٹیمیں فوراً روانہ کر دی گئیں تھیں۔

جیسے ہی کیپٹن حماد نے بات کرنے کے بعد وہاں موجود لوگوں کو یہ بات بتائی کہ ریسکیو ٹیمیں انہیں لینے آرہی ہیں تو وہ سب لوگ سجدہ ریز ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

ان کھ دنوں میں انہوں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اور اب جب بچنے کی خبر سنی بے اختیار اپنے رب کا شکر بجالائے۔

ہاں سب کے چہروں پر خوشی تھی۔ مبارک باد دے رہے تھے، کبھی ایک دوسرے کے گلے لگ رہے تھے۔ بہت ہی جزباتی منظر تھا۔

حماد سب الگ تھلگ کھڑا ایک طرف دیکھ رہا تھا جب ناہید اس کے قریب پہنچ گئی۔

کیا یہ سب حقیقت تھی حماد، یا میں کوئی خواب دیکھ رہی تھی۔

کیپٹن حماد نے جواب دینے کے بجائے ناہید کا ایک بال پکڑ کر کھینچ لیا۔ یہ دیکھو یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ حماد نے کہا اور پھر وہ "دونوں ہنسنے لگے۔

شام تک ریسکیو ٹیمیں پہنچ چکی تھی۔ تمام لوگوں کو بٹھانے کے بعد فوجی ہیلی کاپٹر نے اڑان بھر لی۔

سب کو اپنے گھر جانے کی خوشی تھی، خوشی سے ایک دوسرے کے ساتھ گپیں لگا رہے تھے اور اپنے اپنے پلان بتا رہے تھے۔

لیکن کیپٹن حماد کھڑکی کے پاس بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ کسی اور کا اس طرف دھیان بھی نہیں تھا۔ لیکن کیپٹن حماد دور بر فیلے "ٹیلے پر کھڑے دو سفید جانداروں کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ دو جاندار نر اور مادی یادہ تیتھے۔

وہ دونوں بھی شاید اسے رخصت کرنے آئے تھے۔ اور اس بات کی تصدیق ہو گئی جب ان دونوں نے مخصوص انداز میں ہاتھ ہلایا جیسے کیپٹن حماد کو الوداع کر رہے ہوں۔

کیپٹن حماد کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جس میں تیتے کا ڈی این اے تھا۔ وہی ڈی این اے جس کے حصول کیلئے کیپٹن حماد نے اپنی "زندگی داؤ پر لگا دی تھی۔

ہیلی کاپٹر میں موجود کوئی بھی یہ نوٹ نہیں کر پایا تھا کہ کب کیپٹن حماد نے تیتے کے ڈی این اے والا وہ بیگ ہیلی کاپٹر سے باہر پھینک دیا تھا۔

کبھی کبھی ہار میں جیت ہوتی ہے "تیتے اس کا محسن تھا۔ اور اس کا محسن انسانوں سے خفیہ رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے حماد نے وی بیگ باہر "پھینک کر یہ قصہ ہی ختم کر دیا تھا۔

بتی "جب تک کھڑے ہیلی کاپٹر کو دیکھتے رہے جب تک کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔"

واپس پہنچنے پر سب کا ہسپتال میں میڈیکل چیک اپ کیا، طبی امداد دی گئی اور جن جن کو ضرورت انہیں ہسپتال میں ایڈمٹ کر لیا گیا۔

ناہید کو کیپٹن حماد کی امی نے اپنی بہو کے طور پر پسند کر لیا تھا۔ ساجد کو اللہ پاک نے ایک صحت مند اور خوبصورت بیٹے سے نوازا تھا۔ "جس کا نام ساجد نے حماد رکھا تھا۔"

سیٹھ چھاڑی والا پر اس معمر شخص کے لواحقین نے "کیس" کر دیا تھا جس شخص کا گوشت سیٹھ چھاڑی والا اینڈ کمپنی نے کھایا تھا۔

ختم شد۔

ناول کو پڑھ کر اپنا تفصیلی تبصرہ ضرور کریں فیسبک گروپس میں۔ اس ناول میں کیا خاص بات آپ کو اچھی لگی۔ کونسے کردار آپ کے پسندیدہ تھے۔ کس کردار نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ دوسروں ناولوں سے اس ناول میں کیا مختلف پایا۔ رائے رائے آر سیفی کی سب اچھی خوبی کیا لگی وغیرہ وغیرہ۔

آج اپنا تفصیلی ریویو ضرور دیں۔ شکریہ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ---

-----"اَلْسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اِحْبَاب-----"

----"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید----

ناولز کی دنیا "ویب سائٹ / گروپ / پیج" دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے

["novels ki duniya "](#)

اور

["website"](#)

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ-----